دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

جلد: ۳۶
شمارہ: ۱۲

مجلہ محدث بنارس

ربیع الاول، ربیع الثانی
۱۴۴۰ھ
دسمبر ۲۰۱۸ء

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد اسلم مبارک پوری

نائب مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

معاون مدیر
مولانا محمد ایوب سلفی

مجلس مشاورت

مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا علی حسین سلفی
مولانا رفیق احمد رئیس سلفی
ڈاکٹر عبدالصبور مدنی

اس شمارہ میں

۱- مومن اللہ کی یاد سے......	عبداللہ سعود سلفی	۲
۲- قیام اللیل کی اہمیت	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳- اپنی بات	مدیر	۵
۴- سیرت نبی ﷺ: قرآن کی روشنی میں	ڈاکٹر خالد علی الغامدی	۷
۵- صحابہ کرام اور منہج سلف صالحین	مولانا عبدالمتین مدنی	۱۳
۶- علم وعمل کے تقاضے	ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر	۱۵
۷- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔۔	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ مدنی	۲۳
۸- طہارت کے لیے گرم پانی کا استعمال	مقبول احمد سلفی	۲۷
۹- نیک عورت کون؟	محمد اسلم مبارک پوری	۳۱
۱۰- علمائے اہل حدیث ہند......	رفیق احمد رئیس سلفی	۳۵
۱۱- اصلاح معاشرہ کی مہم ناکام کیوں؟	محمد غفران بن عبیدالرحمن السلفی	۳۷
۱۲- مہندیان کی زیارت	عطاء اللہ سلفی	۳۹
۱۳- عالم اسلام	ظل الرحمن فائق سلفی	۴۲
۱۴- اخبار جامعہ	ادارہ	۴۳
۱۵- باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۶
۱۶- افسانۂ غم	سالک بستوی / ایم اے	۴۸

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/c No. 2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547, SWIFT Code: ALLAINBBVAR

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	250	روپے
بیرون ممالک:	50	ڈالر
فی شمارہ:	25	روپے

مراسلت کا پتہ
Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010
www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

مومن اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا

عبداللہ سعود سلفی

[أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ] (سورۃ الحدید:۱۶)

کیا ایمان لانے والوں کے لیے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر لمبی مدت ان پر گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں اکثر آج فاسق بنے ہوئے ہیں۔

پچھلے اہل کتاب یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم یہود ونصاریٰ وقت گزرنے کے ساتھ دین سے دور ہو گئے تھے اور خواہش نفس پر عمل کرتے ہوئے اللہ کی کتاب کو اپنی مرضی کے مطابق بیان کرتے ہوئے اس میں تحریف تک کر ڈالا اور اللہ کے دین کے معاملہ میں تقلید کرنے لگے تھے اور احبار و رہبان کو رب کا درجہ تک دے دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے حق آچکا ہے اور تم کو اللہ کی آیات کو یاد کرایا جاتا ہے۔ پچھلی قوم کے واقعات تم جان چکے ہو تو کیا اب تک تم کو سمجھ نہیں آئی کہ اللہ کا خوف تمہارے اندر پیدا ہوتا۔ اللہ کی تعلیمات جو تم کو پہنچی ہو اس کو مانو اور اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالو اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جن کو اللہ کی کتاب ملی تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ وہ سست پڑ گئے اور ان کے دل سخت ہو گئے کہ اللہ کی ہدایت کو پیٹھ پیچھے چھوڑ کر فسق میں مبتلا ہو گئے۔

آج ہم مسلمانوں کی حالت پر غور کرتے ہیں تو اہل کتاب کی ہی جیسی حالت مسلمانوں کی نظر آتی ہے۔ سنگ دلی میں مبتلا ہیں، اماموں کی تقلید میں ایک دوسرے کو باطل قرار دیتے ہیں اور قرآن وحدیث کے معنی ومفہوم کو اپنی مرضی کے مطابق پیش کرنے کے لیے بے جا تاویل وحیلہ ڈھونڈتے ہیں۔

اللہ کی تنبیہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے مسلم قوم کو قرآن مجید کی ہدایات پر عمل کرنا چاہئے۔ اللہ نے قرآن میں مسلم قوم کو فرقہ بندی سے منع کیا ہے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کر متحد رہنے کی تاکید کی ہے۔ نیز دن رات اللہ کی یاد اور اس سے استغفار کی دعوت دی ہے تاکہ مومن بندہ اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔ اس کے انعامات کو یاد رکھے اور اپنی بداعمالیوں اور سستی کے برے نتائج کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر وقت خبردار و چوکنا رہے۔ اسی میں اس کی فلاح، کامیابی اور سعادت مضمر ہے۔●

درس حدیث

قیام اللیل کی اہمیت

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللّٰهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ۔ (صحیح مسلم: ۱۱۶۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: رمضان کے بعد سب سے افضل، اللہ کا مہینہ محرم کا روزہ ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل، رات کی نماز ہے۔

امت محمدیہ پر اللہ کا یہ سب سے بڑا احسان ہے کہ اس نے اس امت کو اپنے سب سے محبوب نبی، سب سے مکمل دین اور سب سے جامع شریعت سے نوازا۔ اس امت پر سب سے زیادہ فضل وکرم کرتے ہوئے ایک طرف تمام مسائل واحکام میں نرمی وآسانی کو غالب رکھا تو دوسری طرف اجروثواب میں اضافہ اور درجات کی بلندی کی خاطر نوافل کو مشروع قرار دیا۔ نفل نماز، نفلی روزہ، نفلی حج، عام صدقات وخیرات، تلاوت قرآن، ذکرواذکار اور خدمت خلق کی صورت میں بے شمار نیکیوں کی راہوں کو کھول دیا، تاکہ یہ امت اجروثواب کے اعتبار سے بھی تمام سابقہ امتوں پر سبقت لے جائے۔ نفلی نمازیں اور ان کا اجروثواب قرآنی آیات اور احادیث میں بکثرت بیان کیا گیا ہے۔ سنن رواتب کے علاوہ، قبل عصر وقبل مغرب کی سنتیں، اشراق، چاشت اور اوابین کی نماز، سنت وضو، تحیۃ المسجد کے فضائل کو اگر جمع کیا جائے تو اجروثواب کی ایک فہرست بن جائے گی اور ان نوافل کے علاوہ جس نفلی نماز کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے اور جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب بھی وہ قیام اللیل، تراویح یا تہجد کی نماز ہے جو عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ادا کی جاسکتی ہے۔

قرآن کریم میں اللہ نے اپنے خاص بندوں کے اہم ترین اوصاف میں اس بات کو ذکر فرمایا ہے کہ ان کی راتیں رب کے حضور قیام وقعود اور رکوع وسجود میں گزرتی ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے صراحت کے ساتھ اس بات کو بیان فرمادیا کہ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کی نماز ہے۔ شاید اس کو یہ فضیلت اس لیے حاصل ہے کہ یہ اللہ کو فرض نمازوں کے بعد سب سے زیادہ محبوب ہے۔ کتب حدیث کے مطالعہ سے یہ

بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی طبیعت اور ظروف کے اعتبار سے رات کے ہر حصہ میں مختلف کیفیت اور رکعات کے ساتھ اسے ادا فرمائی ہے، کبھی آپ نے مع وتر ۱۱ر رکعت ادا فرمائی تو کبھی نماز وتر کے بعد بھی دو رکعت نماز ادا کی۔ ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ رات کی آخری نماز وتر ادا کی جائے تو ایک حدیث میں ایک رات میں دو وتر کی نماز ادا کرنے سے منع فرمادیا اور وتر کی نماز کے بارے میں بھی آپ کی کئی سنتیں، طریقے اور تعداد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ وتر کی نماز ادا کرنے کے بعد بھی اگر کوئی کبھی نفل پڑھنا چاہے تو کوئی مانع نہیں، اسے دوبارہ وتر کی نماز ادا کرنے کی ضرورت نہیں، رمضان اور غیر رمضان میں یہ نماز مسجد میں بھی ادا کی جاسکتی ہے اور گھر میں بھی، جماعت کے ساتھ ادا کرنا تنہا ادا کرنے سے افضل ہے، گھر میں بیوی بچوں کے ساتھ بھی جماعت بنائی جاسکتی ہے، یہ نماز بلا وقفہ بھی ادا کی جاسکتی ہے اور درمیان میں کسی حاجت کے لیے یا آرام کرنے کے لیے ہی سہی وقفہ بھی کیا جاسکتا ہے۔

اگر کسی کی یہ نماز قضا ہو جائے، رات کو بیدار نہ ہو سکے یا طبیعت گراں ہوں تو بطور قضا اسے دن میں بھی مع وتر ادا کر سکتا ہے۔

کتنا خوش نصیب وہ انسان ہے جس کی راتیں رکوع وسجود سے آباد ہوں، اس کی پلکوں پر نیند کے خمار کے بجائے دل میں عبادت کا سرور ہو، امید وبیم کی ملی جلی کیفیت ہو، آیات کی اثر پذیری کا یہ عالم کہ کبھی سامنے جنت کے نظارے اور اس کی لازوال نعمتیں تو کبھی جہنم کی چیخ وپکار، حمیم وصدید اور غساق کی کڑواہٹ............ رب سے بلاواسطہ مناجات اور اس کی قربت کا احساس، اس عبادت کو اور لذت آمیز وسرور آفریں بنا دیتا ہے۔

جو شخص اس عبادت کو اپنا معمول بنالے تو اس کا پورا سراپا منور ہو جاتا ہے اور یہی نور اس کے لیے نور بصیرت اور سامان ہدایت بنتا ہے، اسے گناہوں سے بچاتا اور رب کی خصوصی عنایت وحفاظت کا مستحق بنا دیتا ہے، جاڑے کی ان راتوں کا سکوت ذکر وتلاوت سے توڑیے، اس ٹھنڈک کو بستر ولحاف کی گرمی سے دور کرنے کے بجائے ایمان کی حرارت سے برداً وسلاماً بنا لیجئے اور بندگی کا پیکر بن کر رب کے حضور میں کھڑے ہو جایئے، دل سے نکلنے والی دعائیں سیدھے عرش تک پہنچیں گی اور سند قبولیت سے سرفراز ہو کر واپس لوٹیں گی۔ **وما ذلک علی اللہ بعزیز۔**

●●●

گزارش

اہل علم وقلم حضرات سے گزارش ہے کہ اپنی قیمتی نگارشات ''ادارہ محدث'' کو ارسال فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

افتتاحیہ

اپنی بات

مدیر

محترم قارئین کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ دسمبر کا شمارہ متنوع مضامین کے ساتھ حاضر خدمت ہے۔ یہ شمارہ جس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہوگا سردی اپنے شباب پر آ چکی ہوگی۔ سردی کا موسم بڑا سہانا اور پرلطف ہوتا ہے۔ اللہ رب العالمین کے ہمارے اوپر کتنے احسانات ہیں کہ ہمیں اپنے ملک عزیز میں ہر موسم سے لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ دنیا کے کچھ ممالک ایسے بھی ہیں جہاں صرف گرمی پڑتی ہے اور کچھ ایسے ہیں جہاں صرف سردی پڑتی ہے اور وہاں کے باشندوں کو پورے سال گرمی یا ٹھنڈک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

سردی کا موسم گرمی کے مقابلہ میں اچھا مانا جاتا ہے۔ خوب صورت صبح، پرکیف شام اور دن میں دھوپ اور سایہ کی آنکھ مچولی سردی کے حسن کو دوبالا کرتی ہے۔ اس موسم میں جہاں صحت وتندرستی اچھی رہتی ہے وہیں مختلف قسم کی سبزیاں اور صحت بخش پھل فروٹ کھانے کا الگ مزہ ہے۔ بندوں کے ساتھ اللہ رب العالمین کی رحمت ہی ہے کہ گرمی کے دنوں میں ٹھنڈک پہنچانے والے اور سردی کے دنوں میں حرارت پہنچانے والے پھلوں کا انتظام کیا ہے۔ گرمی کے مقابلہ میں سردی میں ہاضمہ بھی درست رہتا ہے جس کی وجہ سے قوت وتوانائی کا احساس زیادہ ہوتا ہے۔ صبح کے وقت موتیوں کے مانند سبزوں پر پڑی ہوئی شبنم اور لہلہاتے ہوئے کھیت فرحت وانبساط کا سماں باندھتے ہیں اور قلب ونظر کو تازگی عطا کرتے ہیں۔

سردی کا موسم اپنے دامن میں رحمتوں کے ساتھ کچھ پریشانیاں بھی لاتا ہے بالخصوص ان افراد کے لیے جو نادار اور مفلوک الحال ہیں۔ اہل ثروت تو اللہ رب العالمین کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں۔ ان کے پاس سردی کے موسم کے لحاظ سے ہر طرح کی آسانیاں اور راحتیں ہیں، مگر ان غریبوں کے پاس تو کچھ نہیں ہے، نہ پیروں تلے زمین اور نہ سر پر سائبان، نہ ان کے تن پر ڈھنگ کا کپڑا ہے اور بدن ڈھاپنے کے لیے خوب صورت جیکٹ اور شال تو کجا، گرم سوئٹر اور مفلر تک میسر نہیں ہے۔ آپ کو جگہ جگہ غریب اور نادر لوگ نظر آئیں گے جو سردی سے ٹھٹھرے ہوئے ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر آپ کو خود ترس آ جائے گا۔ ایسی حالت میں ہم سب کا دینی، اخلاقی اور قومی فریضہ بنتا ہے کہ ہم ان کی خبر گیری کریں۔ اپنی وسعت کے مطابق ان کی مدد کریں۔ ان بے کسوں اور بے سہارا لوگوں کا خیال رکھیں۔ اگر ہم کچھ نہیں کر پا رہے ہیں تو کم از کم گھروں میں رکھے ہوئے وہ گرم سوئٹر، مفلر، جیکٹ، کمبل اور شالیں جو ہمارے استعمال میں

نہیں ہیں، ان ناداروں اور بے کسوں کو دے دیں۔ علاوہ ازیں موسم کے لحاظ سے کوئلہ اور لکڑیاں فراہم کر دیں جو نہ صرف کھانا پکانے کے کام آئیں بلکہ ان کے ذریعہ بدن کی برودت، جسم کی کپکپاہٹ اور دانت کی کٹکٹاہٹ کو دور کر سکیں۔ کیا بچے، کیا بوڑھے سبھی افراد موسم سرما میں آگ کی گرمی سے محظوظ ہوتے ہیں اور الاؤ کے سامنے بیٹھ کر اپنے قلب وجگر کو حرارت پہنچاتے ہیں۔

موسم سرما میں راتیں لمبی اور دن چھوٹے ہوتے ہیں۔ ان لمبی راتوں کو صرف سو کر نہیں گزارنا چاہئے بلکہ طلبہ کو مذاکرہ اور مطالعہ میں، اساتذہ کو تصنیف وتالیف اور مضمون نگاری میں اور معمر افراد کو ذکر واذکار اور دعا ومناجات میں مشغول رہنا چاہئے۔ زیر مطالعہ شمارے میں مولانا عبدالمتین صاحب مدنی کا درس حدیث اسی جانب توجہ دلاتا ہے۔

ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے ڈاکٹر خالد علی غامدی، امام وخطیب مسجد حرام مکہ مکرمہ کی دلکش اور اچھوتی تحریر ''سیرت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔ اس ماہ کی نو تاریخ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے۔ اسی دن آپ نے اپنے وجود مسعود سے پورے عالم کو منور کیا تھا۔

علم وعمل میں جو باہمی ارتباط ہے اس کو واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالصبور صاحب مدنی نے ''علم وعمل کے تقاضے'' کے عنوان پر اپنے قلم کو جنبش دی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جہود میں قدغن لگانا اور ان کی حدیثی خدمات میں شوشہ نکال کر احادیث مصطفویہ اور دبستان نبویہ کو بے وقعت اور بے معنی قرار دینا اور بے جا اعتراض کر کے ان میں تشکیک پیدا کرنا مستشرقین کی منصوبہ بند سازش ہے۔ حافظ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کا جو موقف ہے اس موقف کی تردید کے لیے ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب مدنی کا مضمون اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔

جس طرح گرمی کے ایام میں ٹھنڈا پانی نعمت ہے، اسی طرح گرم پانی موسم سرما میں ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ کوئی بھی آدمی اس کی افادیت کا انکار نہیں کر سکتا۔ شریعت اسلامیہ نے انسانی ضرورت کے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے بلکہ اس کے احکام ومسائل بیان کیے ہیں۔ اس مناسبت سے مقبول احمد صاحب سلفی (طائف) کا مضمون ''طہارت کے لیے گرم پانی کا استعمال'' اس شمارہ کی زینت ہے۔

ان کے علاوہ درس قرآن، عالم اسلام، اخبار جامعہ سلفیہ اور فتاوی کا کالم بھی ہے۔ عصر حاضر میں فتنہ ارتداد کو دیکھتے ہوئے ''خواتین کے مومنانہ اوصاف'' کو بھی شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ شمارہ آپ کو پسند آئے گا اور اس کے مشتملات سے آپ مستفید ہوں گے۔

اس شمارہ کے تعلق سے اپنے گراں قدر خیالات اور تاثرات سے ضرور آگاہ کریں۔ ان شاء اللہ آپ کے مفید مشورے ہمارے لیے نشان راہ کا کام دیں گے اور آپ کی تجاویز رسالے کی اہمیت ومعنویت میں اضافہ کریں گی۔

آپ کا دینی بھائی

محمد اسلم مبارک پوری

سیرت نبی ﷺ: قرآن کی روشنی میں

خطبہ: ڈاکٹر خالد علی الغامدی
امام وخطیب مسجد حرام، مکہ مکرمہ
ترجمہ: ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق

یقیناً ہر طرح کی تعریف اللہ تعالی کے لئے ہے۔ ہم سب اسی کی تعریف کرتے ہیں۔ اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم اللہ سے اپنے نفوس کی برائیوں اور بدعملیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جس کو وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ تعالی کی رحمت ہو آپ ﷺ پر اور آپ کے اہل وعیال پر اور آپ کے تمام اصحاب پر اور ان کی حق کے ساتھ اتباع کرنے والوں پر ان سب پر بہت زیادہ سلامتی ہو۔

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! میں اپنے کو اور آپ کو باطنی وظاہری طور پر اللہ کا تقوی ہی اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، کیونکہ تقوی ہی علام الغیوب کی رضامندی کی طرف پہنچانے والا، مصائب سے نجات دلانے والا، نیز روحوں اور دلوں کی پاکی وصفائی کرنے والا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ} (انفال:۲۹) اگر اللہ کا تقوی اختیار کروگے تو وہ تم کو فرقان (حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والی چیز) عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تم کو بخش دے گا۔ اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

امت اسلام! بلاشبہ یہ باعظمت دین، دو عظیم الشان رکن اور اصل پر قائم ہے جن کی ادائیگی کے بغیر اللہ تعالی کسی بھی انسان سے فرائض ونوافل قبول نہیں کرے گا۔ ان میں سے ایک: اللہ تعالی کی معرفت، اس کی وحدانیت اور عبادت ہے۔ دوسرا: نبی ﷺ کی معرفت، اس کی محبت، اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ یہی کلمہ شہادت کا تقاضہ، اسلام کی حقیقت اور اس کا جوہر ہے۔ فرمان الہی ہے: {وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ} (البینۃ:۵) اور ان کو اس کے سوا اور کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کرتے ہوئے بالکل یکسو ہو کر اس کی عبادت کریں۔

دوسری آیت میں ہے: {مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ} (نساء:۸۰) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

بیشک نبی ﷺ کی معرفت، آپ کی محبت اور اطاعت ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے ایک واجبی اور ضروری امر ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ یہ ایک واجبی فریضہ،

تابناک شریعت اور واضح روشن طریقہ ہے جس سے بندہ کو ایسی سعادت حاصل ہوتی ہے جس کے ساتھ کبھی بھی شقاوت و بدبختی نہیں ہوسکتی۔ اللہ اس کی عمر اور اطاعت میں برکت دیتا ہے، اس کی روح اور عقل کا تزکیہ فرماتا ہے جس سے وہ ایک اچھی زندگی سے لطف اندوز ہوتا ہے جو درحقیقت نبی کی محبت اور اطاعت کے اثرات میں سے ایک اثر ہے۔
حقیقت میں اللہ نے ان لوگوں کی توبیخ وسرزنش کی ہے جنہوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:
{أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ فَهُمْ لَهُ مُنكِرُونَ}
(مومنون:۶۹) یا وہ اپنے رسول سے واقف نہیں جس کی وجہ سے وہ اس کا انکار کررہے ہیں۔

جان لیجئے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جو ہر طرح سے محبت، تعظیم اور اطاعت کا حقدار ہو۔ یہ وہی نبی کریم ﷺ ہیں جن کی اللہ نے اپنے ہاتھوں سے تخلیق کی۔ لہذا آپ کو اختیار فرمایا، منتخب کیا، اور برگزیدہ بنایا، اور پھر آپ ﷺ کو آپ کے رب نے ہر طرح کے انسانی کمالات اور اخلاقی و پیدائشی فضائل سے مکمل کردیا، اور آپ کو عزت اور کمال وشرف کے بلند درجات عطا کیے یہاں تک کہ آپ اس درجہ اور مرتبہ کو پہونچ گیے جہاں منتخب مخلوق میں سے بھی کوئی نہیں پہونچا ہے خواہ وہ کوئی بھیجا ہوا نبی ہو یا کوئی مقرب فرشتہ۔ جس نے محمد ﷺ کے دروازہ کو چھوڑ کے اپنی طرف پہونچانے والے تمام دروازوں کو بند کردیا اور تمام مخلوق کو حکم دیا کہ اس کی عبادت سوائے محمدی شریعت کے اور کسی شریعت کے مطابق نہ کی جائے۔ چنانچہ آپ کا تقدس اللہ کے نزدیک مخلوقات میں سب سے زیادہ ہے۔ آپ ان میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے، اللہ کا تقوی اختیار کرنے والے اور اللہ کو جاننے والے ہیں۔

آج تک دنیا میں محمد ﷺ کی شخصیت کی طرح اور کوئی شخصیت پیدا نہیں ہوئی ہے، اور نہ انسانیت نے اولاد آدم کے سردار اس برگزیدہ نبی سے زیادہ کامل اور مقام و مرتبہ میں زیادہ اونچا معلم، قائد اور نمونہ جانا ہے۔

اے امت محمد ﷺ! گفتگو کرنے والے آپ کے بارے میں خواہ کتنی ہی گفتگو کریں، صفت بیان کرنے والے خواہ کتنی ہی صفت بیان کریں، مصنفین خواہ کتنی ہی کتابیں تصنیف کریں اور ماہر شعراء نعت ونظم کہیں، لیکن وہ ہرگز آپ ﷺ کے متعلق گفتگو کے سلسلے میں قرآن عظیم کے وصف، اس کی بلاغت اور بیان کو ہرگز نہیں پہونچ سکتے ہیں کیونکہ کوئی بھی اللہ کے رسول کے بارے میں اس کے رب و خالق سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اللہ تعالی کو جاننے اور پہچاننے والا کوئی نہیں ہے۔

درحقیقت قرآن مجید نے اپنی حلاوت اور حسن ورونق کے ساتھ نبی ﷺ کے متعلق خوش کن، روشن، جاذب نظر اور رواں گفتگو کی ہے جس میں خوبصورت اور سنہرے اسلوب میں عظمت و بڑائی کے پہلو اور نبی ﷺ کے کمالات کو پیش کیا ہے۔ آپ ﷺ یتیم پیدا ہوئے تو آپ کو آپ ﷺ کے رب نے پناہ دی اور تربیت کی، اور آپ کو راستہ سے بھٹکا ہوا پایا۔ آپ کو نہیں معلوم کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے؟ چنانچہ آپ ﷺ کو ہدایت دی اور منتخب کیا، آپ محتاج وفقیر تھے تو آپ کو بے نیاز کردیا اور آپ کی نگہداشت کی یہاں تک کہ آپ کو رسولوں کی بعثت کے انقطاع کے زمانہ میں آپ کی قوم میں معزز آدمی بنا کے بھیجا۔ آپ ﷺ ان

کے ساتھی تھے جن کو وہ لوگ جانتے و پہچانتے تھے جیسا کہ اپنے بیٹوں کو جانتے تھے، لہذا اللہ تعالی نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے اوپر جو چیز نازل فرمائی وہ سورہ اقرأ کی ابتدائی چند آیات ہیں پھر سورہ مدثر کے آغاز کی چند آیتیں ہیں جن میں اسلام کے معالم (خدوخال) اور دعوت کے اصولوں کا جامع بیان ہے۔

اسی وجہ سے آپ کی بعثت سب سے عظیم الہی احسان اور ربانی رحمت ہے جو ہر مسلمان کے وجود کو اپنے دامن میں گھیرے ہوئے ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: {لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ} (آل عمران: ۱۶۴) درحقیقت اللہ نے مومنوں پر یہ احسان کیا ہے کہ انہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اے مسلمانو! یقینا اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس معزز نبی کی شان کو بڑھایا ہے۔ اس کی عبادت، اخلاق، سیرت وجہاد کی خوب عطر بیز تعریف کی ہے، اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ہمیشہ آپ کی تعظیم واجلال میں ’’اے رسول‘‘ اور ’’اے نبی‘‘ کہہ کر خطاب فرمایا ہے اور ایسا کیسے نہ ہو جبکہ آپ نبی امی ہیں جو نہ بھٹکے ہیں اور نہ بہکے ہیں اور جو اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں بولتے ہیں، بلکہ یہ تو وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے، اسے زبردست قوت والے جبرئیل نے تعلیم دی ہے۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کا رب اس کی تعظیم نہ کرے؟ جبکہ وہ آخری نبی شاہد اور شہید ہیں، صادق اور صدیق ہیں جو حق لیکر آئے اور رسولوں کی تصدیق کی، اور تمام انسانوں اور جناتوں کی طرف خوشخبری دینے والے، ڈرانے والے اور روشن چراغ بنا کے مبعوث کئے گئے ہیں۔

آپ نبی امی ہیں جو لکھتے اور پڑھتے نہیں تھے پھر بھی آپ سب سے عظیم شریعت لیکر آئے اور آسان دین حنیف کے ساتھ بھیجے گئے۔ اور آپ ﷺ کے رب نے آپ کو وہ سکھلایا جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے۔ آپ کو عظیم بہترین اخلاق جیسے مومنوں کے لئے تواضع وخاکساری، صبر، نرمی، رحمت، عفو اور درگذر سے مزین کردیا۔ لہذا دلوں اور روحوں نے آپ سے محبت کی اور اگر آپ بدزبان اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گردوپیش سے چھٹ جاتے۔ آپ ﷺ کا شریف دل اپنی امت کے محبت سے معمور تھا۔ آپ کے اوپر ہر وہ چیز گراں تھی جو آپ کی امت کو مشقت و مصیبت میں ڈالے۔ آپ مسلمانوں پر بے حد شفیق اور مہربان تھے۔ اپنی امت کی ہدایت کے بہت زیادہ مشتاق وحریص تھے یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ ﷺ اپنے نفس کو غم اور افسوس میں گھلا کے ہلاک کردیں، اسی وجہ سے آپ کے رب نے آپ کو دلاسہ دیا۔ آپ کو صبر کی تلقین کی اور تسلی دی کہ آپ رسول ہیں اور آپ کا کام صرف تبلیغ ہے، لھذا خواہ مخواہ آپ کی جان ان لوگوں کی خاطر غم وافسوس میں نہ گھلے۔ آپ ان باتوں سے غمگین نہ ہوں اور نہ ہی ان کے قول سے آپ کا سینہ تنگ ہو۔ آپ نے بنا کسی کمی اور کوتاہی کے اپنے رب کے پیغام کو پہونچایا۔ آپ نے اپنے رب کی رسالت کو پہنچانے پر کسی طرح کی مزدوری اور دنیا کا کوئی

سامان نہیں لیا - آپ تکلف اور تشدد کرنے والوں میں سے نہیں تھے بلکہ آپ رواداری، اعتدال پسندی اور وسطیت لیکر آئے- آپ کوئی انوکھے ونرالے رسول نہیں تھے- کوئی چیز اپنی طرف سے لیکر نہیں آئے بلکہ آپ امانتدار مبلّغ تھے- آپ کے رب نے آپ کو محفوظ رکھا- آپ کی حفاظت کی اور اپنی نگاہ کے سامنے آپ کی نگرانی کی اس بات سے کہ لوگ آپ کو گمراہ کردیں یا آپ کو نقصان پہونچائیں یا اپنی نگاہوں سے آپ کو پھسلادیں- یا آپ کو فتنہ میں ڈال کر بعض ان چیزوں سے پھیردیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اپنے رب پر افتراء پردازی کریں- ایسی صورت میں وہ آپ کو اپنا جگری دوست بنالیتے- اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑا سا مائل ہوجاتے-

امت اسلام! یہ معزز امی نبی لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر جو بوجھ وطوق تھے ان کو دور کرتا ہے، اللہ تعالے نے آپ کو مکاروں کے مکروسازش سے نجات بخشی اور آپ کی مدد فرمائی جبکہ آپ کو کافروں نے آپ کے محبوب وطن مکہ سے نکال دیا- اور آپ کی مدد ان لشکروں سے کی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا- آپ کے اوپر اپنا سکون واطمینان نازل فرمایا- آپ کو ثابت قدم رکھا- آپ کی بہادری ومضبوطیٔ دل کی تعریف کی- یاد کرو جبکہ تم بھاگے چلے جارہے تھے اور کسی کی طرف توجہ تک نہیں کرتے تھے، اور اللہ کے رسول تمھیں تمھارے پیچھے آوازیں دے رہے تھے، آپ کے رب نے آپ کو عدل وانصاف کا حکم دیا چنانچہ آپ نے فیصلہ کیا لیکن ظلم نہیں کیا اور آپ خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے اور حمایتی نہیں تھے- اللہ نے آپ کے بارے میں رسولوں کو بشارت دی اور ان سے وعدہ لیا کہ جب تمھارے پاس محمد آئیں گے تو تم ان پر ایمان لاؤگے اور ان کی تصدیق کروگے، اور یہ ان کے بارے میں توریت وانجیل میں لکھا ہوا ہے- جس نے آپ سے بغض رکھا اور آپ کی سنت کو ناپسند کیا تو وہ جڑ کٹا اور لاولد ہے- جس نے آپ کو تکلیف دی تو اس پر لعنت ہے اور دردناک عذاب ہے- اللہ نے آپ کے اہل خانہ کو شرف بخشا ہے- ان کی گندگی کو دور کردیا ہے- ان کو پاک وصاف کردیا ہے- آپ کی بیویوں کے مقام ومرتبہ کو بلند کیا ہے اور دنیا کی عورتوں پر ان کو فضیلت دی ہے-

ارشاد ربانی ہے: {يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا} (الاحزاب: ۳۲) (اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑجائے بلکہ صاف سیدھی بات کیا کرو- آپ کے صحابہ کرام کی شان کو عظمت بخشی- وہ ایمان میں سبقت کرنے والے مہاجرین وانصار ہیں- اللہ ان سے راضی ہوا اور ان کی توبہ کو قبول کیا-

بندگان الٰہی! قرآن کریم روشن جگمگاتے ہوئے اسلوب میں آپ کے جہاد وغزوات کے بارے میں گفتگو کرتا ہے- اور نادر حیرت انگیز طریقہ سے فتح وشکست کے اسباب کا جائزہ لیتا ہے- جنگ بدر، احزاب اور حنین کا

صراحت سے ذکر کرتا ہے جبکہ احد، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور غزوہ تبوک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور آپ کی سیرت کے بعض اہم واقعات مثلا واقعہ فیل، مبارک ہجرت، منہ بولا بیٹا کے اصول کو باطل قرار دینا، مشہور واقعہ افک، اجازت لینے اور پردہ کرنے کی قانون سازی، اسراء اور معراج کا واقعہ، سورہ نصر میں آپ کے موت کی قربت کی طرف اشارہ، اس کے علاوہ دیگر واقعات اور حوادث جن کے بارے میں قرآن نے بے مثال اعجاز اور بیان کے ساتھ گفتگو کی ہے۔

قرآن نے کئی جگہوں پر اس بات کی تاکید کی ہے کہ لوگوں کا ایمان درست نہیں ہوگا یہاں تک کہ لوگ اس نبی پر ایمان لائیں۔ اس کی تصدیق، اطاعت، توقیر واحترام اور اس سے محبت کریں۔ یہ ہر مسلمان مرد وعورت پر ایک واجبی فریضہ ہے۔ اور اللہ سبحانہ نے اس امت کو حکم دیا ہے کہ وہ اس نبی کا بہت زیادہ ادب کرے۔ چنانچہ اس امت کو آپ کی آواز سے اوپر آواز بلند کرنے اور آپ کو اونچی آواز سے پکارنے سے منع کیا ہے اس ڈر سے کہ کہیں ان کے اعمال برباد نہ ہوجائیں اور انہیں اس کا احساس بھی نہ ہو۔ اور اس امت کو حکم دیا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارنے کی طرح اس رسول کا صرف نام لے کر نہ پکارے۔ اور امت کو اس پر ابھارا ہے کہ وہ ہر وقت اور ہر آن آپ کی محبت اور امت پر آپ کے فضل وبرکت کے اعتراف میں درود وسلام بھیجے۔

اے امت محمد! یاد رکھیے کہ نبی کریم کا سب سے بڑا ادب ومحبت آپ کی اطاعت، تابعداری، ظاہری وباطنی طور پر آپ کے سنت کو مضبوطی سے پکڑنا، ہر کسی پر آپ ﷺ کے حکم وامر کو مقدم کرنا، آپ کی سنت کو فیصل بنانا ہے۔ اور یہ تمام چیزیں آپ کی محبت اور ایمان لانے کی بڑی دلیلوں میں سے ہیں۔ زمین میں غلبہ، سلطنت، دلوں کی باہمی محبت، آپسی اتفاق اور وحدت کے عظیم تر اسباب میں سے ہیں، اور اس کی ضد یہ ہے کہ آپ کی سنت پر ایجاد کردہ بدعات، آراء اور خواہشات کے ذریعہ اعتراض کیا جائے۔ آپ کے حکم کی مخالفت کی جائے۔ آپ کی سنت میں شک وشبہ پیدا کیا جائے۔ اس کو قبول کرنے اور رد کرنے کے قابل سمجھا جائے۔ اور اس کو حقیر وکم تر سمجھتے ہوئے تسلیم نہ کیا جائے۔ اور یہ منافقوں کی واضح علامتوں میں سے ہے جن کے دلوں سے مقام نبوت کا رعب ختم ہوچکا ہے۔ جن کے قدم فتنہ اور خواہشات میں پھسل گئے ہیں۔ اور یہی یعنی رسول کی مخالفت مسلمانوں کے درمیان فتنہ، تفرقہ، اختلاف، لڑائی جھگڑا، دشمنوں کا ان کے اوپر مسلط ہونے، ان کی طاقت ختم ہوجانے، ناکامی اور ذلت کے بڑے اسباب میں سے ہے۔ بلاشبہ یہ امت خواہ کتنا ہی عزت، غلبہ اور شرف کی تلاش کرے لیکن یہ چیزیں اس کو صرف آپ کی سنت کو لازم پکڑنے، آپ کے نقش قدم کی اتباع کرنے اور آپ کے طریقہ پر چلنے سے ہی حاصل ہوگی۔

اے مسلمانو! جان لیجئے کہ ہمارے اوپر واجب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر چیز میں ہمارے سب سے بڑے قدوہ اور نمونہ ہوں۔ ہماری مجلسوں اور فورمس کا موضوع سخن، محفلوں اور سیمیناروں کا مرکز گفتگو ہو۔ اور ہمارے دعوتی خطاب، نصاب تعلیم اور تربیت کا مرکز ہو، یقینا وہ حاکم، قائد، عالم، مصلح، مربی، ناصح، شوہر اور والد کے لئے دائمی قدوہ اور قدیم نمونہ ہیں۔ بلاشبہ ہم لوگ ایک ایسے زمانے

میں ہیں جو فتنوں ،شبہوں، تشدد اور دہشت گردی کے افکار سے لبریز ہے اور جس میں لوگوں نے جاہلوں کم عقلوں کو اپنا سردار بنا لیا ہے۔ جو اصلاح کے بجائے فساد برپا کرتے ہیں، جو تعمیر کے بجائے تخریب کرتے ہیں۔ایسی صورت میں ہم کو اس چیز کی سخت حاجت اور ضرورت ہے کہ ہم نبی کو اپنا قدوہ ،نمونہ اور زندگی کا منہج بنالیں۔نبوت کے مقام ومرتبہ کی تعظیم کریں۔سنت کو رد اور اس پر اعتراض کرنے سے سختی سے پرہیز کریں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: {فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ } (نور: ۶۳)(جو لوگ حکم رسول کی خلاف ورزی کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیئے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آجائے)۔

بلا شبہ یہ امت مسجد اقصی اور اس کے علاوہ دیگر ملکوں میں قابض وغاصب جارحیت پسندوں کے ظلم اور دشمنوں کے مکر کا سامنا کر رہی ہے۔ایسی صورت میں یہ آپ کی سنت وسیرت مبارکہ کی طرف لوٹنے کی زیادہ حاجتمند ہے۔تاکہ وہ دشمنوں کے ساتھ معاملہ کرنے، ان کا مقابلہ کرنے،ظلم وجارحیت کو ختم کرنے، نیز اہل مکر وکینہ پروروں کے مکر کا جواب دینے کے بارے میں درست وصحیح طریقہ جان لے۔

اے مسلمانو!اس آخری نبی کے بارے میں قرآن کی لاجواب گفتگو میں سے یہ چند روشن پارے اور جگمگاتی ہوئی عمدہ وبہترین چیزیں ہیں۔اور جو چھوڑ دیا گیا ہے وہ اس سے زیادہ ہے جو ذکر کیا گیا ہے۔لھذا زمین پر اللہ کے دسترخوان قرآن پر توجہ دو اور غور کرو کہ کیسے قرآن نے اس نبی کریم کے بارے میں گفتگو کی ہے۔

مسلمانوں کی جماعت!ہر نئے ہجری سال کی آمد کے ساتھ ہی ہمارے سامنے دو بڑے واقعات وحوادث نمایاں ہوتے ہیں جنھوں نے تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ان میں سے ایک حضرت موسی کی نجات اور ان کا مصر سے نکلنا ہے۔ جبکہ دوسرا واقعہ حضرت محمد کی نجات اور آپ کا مکہ سے نکلنا ہے۔حالانکہ ان دونوں کے واقع ہونے کا زمانہ الگ الگ ہے۔کیونکہ موسی علیہ السلام کی نجات دس محرم کو ہوئی تھی اور محمد ﷺ کی نجات ربیع الاول کے شروع میں ہوئی تھی، پھر بھی خلیفہ راشد حضرت عمر کے ذریعہ ہجری تاریخ کی ابتداء کے لئے ماہ محرم کی موافقت ومنظوری نے ان دونوں واقعات کو آپس میں جوڑ دیا ہے۔لھذا ہر ہجری سال کے شروع میں ان دونوں کا ذکر ہوتا ہے۔اور یہ دونوں اہم ترین حوادث میں سے ہیں کیونکہ ان دونوں میں مشابہت، عبرتیں، حکمتیں اور خیرہ کن نشانیاں پائی جاتی ہیں۔اے بندگان الہی: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت موسی اور محمد ﷺ کی کتابیں نازل کردہ کتابوں میں سب سے افضل ہیں اور اکثر اللہ تعالی ان دونوں کو اپنی کتاب میں ایک ساتھ ذکر کرتا ہے۔

فرمان الہی ہے:{ قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ} (قصص:۴۹)اے نبی (ﷺ) ان سے کہہ دیجیے کہ اچھا تو لاؤ اللہ کی طرف سے کوئی کتاب جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو اگر تم سچے ہو، میں اس کی پیروی کروں گا۔ اسی وجہ سے دسویں محرم کا روزہ رکھنا ایک بابرکت سنت نبوی ہے جو نبی موسی اور نبی محمد ﷺ کے درمیان عظیم تعلق کی تاکید کرتی ہے۔

صحابہ کرام اور منہج سلف صالحین

مولانا عبدالمتین مدنی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عالم رنگ و بو میں انبیائے کرام کے بعد سب سے بہتر اور افضل مخلوق ہیں۔شرعی اور تاریخی حوالوں سے یہ بات واضح ہے کہ ہر زمانہ میں ہر نبی اور رسول کے اعوان وانصار رہے ہیں جنہوں نے دین الٰہی اور توحید ربانی کی اشاعت و فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔صحابہ کرام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اعوان وانصار تھے انہوں نے بھی دین محمدی اور وحی ربانی کو دوسروں تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور آپ کی سنت کا صحیح مقام آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام ہی سے ہوسکتا ہے۔وہ لوگ قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے تھے۔ان سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے۔ان کی پوری زندگی کا مشن کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج واشاعت تھی۔یہ وہ پاک طینت نفوس ہیں جنہیں اللہ تعالی نے خاتم الانبیاء، محسن انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ورفاقت کے لیے منتخب کیا ہے۔صحابہ کرام وفاداری، جاں نثاری، ہمت وشجاعت۔صدق ووفا اور دیگر خصائل حمیدہ اور صفات ستودہ سے متصف ہیں۔

قرآن کریم اور ذخیرہ سنت میں صحابہ کرام کے ان گنت فضائل ومناقب اور اوصاف وخصوصیات پر دلالت کرنے والی بے شمار آیات واحادیث ہیں جن میں ان کی توثیق وتصدیق کی گئی ہے اور ان کے اخلاق وکردار کو سراہتے ہوئے جنت کی بشارت دی گئی ہے۔سورۃ الفتح کی آیت (۲۹) میں ان کے اوصاف کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ وہ مخالفین حق کے لیے سخت اور آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔اللہ کے فضل ورضا کے طالب ہیں۔ان کے چہرے پر سجدہ کے آثار نمایاں ہیں۔اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت (۱۹) میں انہیں ایمان ویقین میں دوسروں کے لیے معیار اور نمونہ قرار دیا گیا ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو {سُفَهَاء} اور {لا يَعْلَمُونَ} کا خطاب دیا گیا ہے۔

ان کے علاوہ قرآن وسنت کی متعدد آیات اور احادیث میں صحابہ کرام کے مقام ومرتبے مختلف اسلوب میں مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ انبیاء کرام کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل مخلوق ہیں۔انتہائی معتمد ،مستند، صالح، پاک باز، صاف نیت، راست گو، حلم وبردبار اور صاحب فضل وتقوی ہیں۔اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت کرنے والے، دین اسلام کی تبلیغ کرنے والے، راہ حق میں سر کٹانے والے ہیں۔وہ جس مقام ومرتبہ سے سرفراز ہوئے اب ان کے مرتبہ تک کسی کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ان کا زمانہ خیر القرون تھا۔ان کے زمانہ میں نہ بدعات تھیں اور نہ خرافات، بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ طرح طرح کی قباحتوں سے پاک اور صاف تھا۔عقائد وایمانیات، رسالت ونبوت، عبادات واخلاقیات، اور افکار

وسیاسیات کے اعتبار سے ان کا زمانہ آنے والے زمانوں سے بدرجہا بہتر ہی نہیں بلکہ اس کی کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔

علمائے سلف نے ان کے مناقب ومثالب کا احترام کرتے ہوئے ان کو اور ان کی جلیل خدمات کو ایمانیات کا ایک اہم حصہ قرار دیا ہے۔اس سلسلہ میں علمائے سلف کا یہ منہج رہا ہے کہ ان سے محبت کی جائے اور ان کے نقش قدم کی اتباع کی جائے۔ان کی تنقیص اور استخفاف نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کی تکفیر وتفسیق اور طعن وتشنیع کی جائے۔انہیں برا بھلا کہنا دراصل دین اسلام اور اس کے چشمہ صافی کو برا بھلا کہنا ہے۔ان کے ذریعہ دین اسلام ہم تک پہنچا۔ہمیں تو نہ صرف ان کو اچھے القاب والفاظ سے یاد کرنا چاہیے، بلکہ ان کے لیے استغفار کرنا چاہیے اور ان کو اپنا پیشوا اور مقتدی ماننا چاہیے۔یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارے حقیقی ہادی اور رہبر ہیں۔ {فبهداهم اقتده} کیوں کہ هم أفضل أمته الذين شاهدوه وصدقوه ونصروه وأخذوا عنه وتلقوا الخطاب منه.

وہ امت محمدیہ کے سب سے افضل گروہ ہیں جنہوں نے آپ پر قرآن کریم کے نزول کا چشم خود سے مشاہدہ کیا ہے اور آپ کی تصدیق کی ہے اور شریعت اسلامیہ کی تائید ونصرت کی ہے اور آپ سے کسب فیض کیا ہے اور آپ کی تربیت میں رہ کر نیر تاباں اور مشعل راہ بنے ہیں۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ علمائے سلف کے منہج کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ونحب أصحاب رسول الله ﷺ ولا نفرط في حب أحد منهم، ولا نتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم، ولا نذكرهم إلا بخير۔ وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان.

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں اور ان سے محبت کرنے میں غلو نہیں کرتے اور نہ ہی ان میں سے کسی ایک کے بارے میں تبرا بازی کرتے ہیں۔جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم بھی ان سے بغض اور نفرت رکھتے ہیں۔ہم ان کا ذکر خیر وبھلائی کے ساتھ کرتے ہیں۔ان سے محبت کرنا دین، ایمان اور احسان ہے اور ان سے بغض رکھنا کفر، نفاق اور طغیان ہے۔

صحیح بخاری (۷ / ۱۱۳) اور صحیح مسلم (۱ / ۸۵) کی حدیث میں ہے: **لايحبهم إلا مؤمن ولا يبغضهم إلا منافق.**

علمائے سلف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات اور مشاجرات رونما ہوئے ان سے خاموشی اختیار کی جائے۔ان کی وجہ سے ان کو سب وشتم کا نشانہ نہ بنایا جائے۔اگر ان کو نشان قدح بنایا جائے تو ان کے بارے میں اللہ رب العالمین اور اس کے رسول سید المرسلین کی مدح وثنا اور تعدیل وتوثیق کا کیا مطلب ہوگا اور ان کے بعد صفحۂ ہستی پر کون عادل اور متقی قرار پائے گا؟

واضح ہو کہ عدالت صحابہ پر تمام علمائے سلف کا اجماع ہے۔جو اس اجماع کی مخالفت کرے گا وہ سبیل المومنین سے بھٹکا ہوا اور راہ ہدایت سے ہٹا ہوا ہے۔علمائے سلف کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کا باہمی اختلاف احقاق حق اور اظہار حق کے لیے تھا، اس لیے جہاں تک ہو سکے ان مشاجرات کا صحیح حل تلاش کیا جائے جس سے صحابہ کرام کی شان اور منقبت پر کوئی آنچ نہ آئے۔

صحابہ کرام صرف ہمارے لیے ہی اسوہ نہیں، بلکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام افراد کے لیے اسوہ ہیں۔مسلمانوں کے لیے بھی اسوہ ہیں تو برادران وطن کے بھی قائد ہیں۔●

علم وعمل کے تقاضے

ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر
استاد جامعہ سلفیہ، بنارس

الحمد لله ربِ العالمين، والصّلاة والسّلام على نبيّنا محمّد، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومَن تبعهم بإحسانٍ إلى يوم الدِّين، أمّا بعد:

حقیقی علم:

علم جہالت کی ضد ہے اور حقیقی علم صرف شرعی علم ہے، یعنی وہ علم جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ اور میراثِ انبیاء ہے اور قرآن وسنت سے ماخوذ ومستفاد اور ان کے فہم میں معاون ہے، جس سے اللہ کی معرفت وقربت حاصل ہوتی ہے اور حق وباطل اور حلال وحرام کے درمیان تمیز ہوتی ہے اور جس میں دنیا وآخرت کی بھلائی مضمر ہے۔ یہی وہ علم ہے جس کا سیکھنا فرض کفایہ بلکہ بعض حالات ومسائل میں فرض عین قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف ہر وہ علم جو رب کی خوشنودی اور اس کی رضا کا سبب اور ذریعہ نہ ہو، یا اس سے دوری کا باعث ہو ایسا علم شریعت مطہرہ میں نہ یہ کہ مطلوب نہیں بلکہ مذموم ہے۔ یقیناً اس میں اور جہالت میں کوئی فرق نہیں ہے اگرچہ اس غیر شرعی علم کی بدولت انسان کتنی ہی دنیاوی ترقی حاصل کیوں نہ کرلے، یا بلندیوں کے اعلی مناروں کو چھو نہ لے مگر اس علم کی اللہ کے یہاں کوئی حیثیت اور قدر ومنزلت نہیں ہے اور اس علم سے دنیا وآخرت میں حقیقی سعادت کا حصول ممکن ہی نہیں ہے اور نہ ہی یہ علم آخرت میں صاحب علم کو اللہ کی پکڑ اور اس کی عذاب سے بچا سکتا ہے۔ بلا شبہ ایسے علم کا حاصل کرنا وبال جان اور بربادی کا ذریعہ ہے۔

لیکن واضح رہے کہ ہر وہ عصری علم جو اسلام اور اہل اسلام کے لئے نفع بخش ہو، ان کی سربلندی کا ذریعہ ہو، وقت کے تقاضوں کو پورا کرتا ہو اور غیروں سے مقابلہ کرنے اور ان کے شانہ بشانہ کھڑے ہونے میں مفید ومعاون ہو اس کا سیکھنا اور سکھانا بلا شبہ جائز بلکہ بسا اوقات واجب ہے بشرطیکہ وہ علم طاعتِ الہی اور طاعتِ رسول کے لئے رکاوٹ نہ ہو اور اس کے حصول میں کوئی شرعی قباحت وممانعت نہ ہو۔

علم اور عمل:

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن وحدیث میں جہاں بھی علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے اس سے مراد علم شرعی ہی ہے اور علم شرعی صرف یہ نہیں ہے کہ کسی چیز کی صرف جانکاری حاصل کرلی جائے یا اپنے آپ سے اور دوسرں سے جہالت کو دور کردیا جائے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس علم کے مطابق عمل کیا جائے اور اس کے تقاضے کو پورا کیا جائے، یہی حصول علم کی اصل غایت اور اس کا بنیادی مقصد ہے۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

صحابی جلیل ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”تَعَلَّمُوا العِلْمَ، فإذَا عَلِمْتُمْ فَاعْمَلُوا“(۱) علم سیکھو اور جب علم حاصل ہو جائے تو اس پر عمل کرو۔

امام فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لَا يَزَالُ الْعَالِمُ جَاهِلًا بِمَا عَلِمَ حَتَّى يَعْمَلَ بِهِ، فَإِذَا عَمِلَ بِهِ كَانَ عَالِمًا“(۲) ایک عالم علم رکھنے کے باوجود اس وقت تک جاہل ہی رہتا ہے جب تک وہ اس علم کے مطابق عمل نہ کرلے اور جب وہ اس علم کے مطابق عمل کرلیتا ہے تو عالم ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک عالم علم حاصل کرنے کے باوجود بھی اس وقت تک عالم کہلائے جانے کا حق دار نہیں ہوتا ہے، جب تک وہ اس کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اس پر عمل نہ کرلے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے تھے:

”يَهْتِفُ الْعِلْمُ بالعَمَلِ، فإنْ أجابَه وإلّا ارْتحلَ“(۳) علم عمل کو پکارتا ہے، اگر عمل جواب دیتا ہے تو وہ علم رہتا ہے، ورنہ رخصت ہو جاتا ہے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”وَفِي النّاسِ مَنْ حَصَلَ له العِلْمُ، وَغَفَلَ عَنِ الْعَمَلِ بِمقْتَضَاه، وَكَأنّه مَا حَصَلَ شَيْئًا“(۴) بعض لوگوں کو علم حاصل ہو جاتا ہے، پر وہ اس کے مطابق عمل کرنے میں غفلت برتتے ہیں، گویا کہ انہوں نے کچھ حاصل ہی نہیں کیا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ما كَتَبْتُ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلّى الله عَلَيه وَسَلّم إلّا وَقَدْ عَمِلْتُ به، حَتّى مَرّ بِي في الْحدِيثِ أنّ النّبيَّ صَلّى الله عَلَيه وسَلّم احْتَجَمَ وَأعْطَى أبَا طَيْبَةَ دِينَارًا، فَأَعْطَيْتُ الحَجّامَ دِينَارًا حِينَ احْتَجَمْتُ“(۵)

میں نے جو بھی حدیث نبوی لکھی اس پر ضرور عمل کیا ہے یہاں تک کہ جب میں نے یہ حدیث پڑھی کہ (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور ابوطیبہ حجام کو ایک دینار دیا) تو میں نے بھی پچھنا لگوا کر حجام کو ایک دینار دیا۔

اور مشہور قول ہے:”العِلْمُ بِلاَ عَمَلٍ كَشَجَرَةٍ بِلَاثَمَرَةٍ“(۶) بغیر عمل کے علم ایسے ہے جیسے بلا ثمر کے درخت۔

اہل علم کے ان ارشادات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا وآخرت کی کامیابی اور سعادت علم نافع اور عمل صالح ہی میں مضمر ہے اور وہ علم بے سود ہے جس کے مطابق عمل نہ کیا جائے۔ لہذا ضروری ہے کہ علم برائے عمل ہو، کیونکہ یہی علم مفید ہوتا ہے گرچہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

عمل وعلم کا باہمی ربط:

کتاب وسنت کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علم وعمل دونوں باہم ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں علم بلا عمل اور عمل بلا علم بے سود ہے، یعنی اللہ کی اطاعت کے

(۱) حلیۃ الاولیاء از ابونعیم اصبہانی ۱/۱۳۱۔
(۲) اقتضاء العلم والعمل از خطیب بغدادی ص ۳۷۔
(۳) احیاء علوم الدین از ابوحامد غزالی ۱/۵۹۔
(۴) صید الخاطر از ابن الجوزی ص ۳۸۵۔
(۵) مناقب الامام احمد از ابن الجوزی ص ۲۴۶۔
(۶) اقتضاء العلم العمل از خطیب بغدادی ص ۳۷۔

لئے جس طرح علم نافع کی ضرورت ہے، اسی طرح علم شرعی کے لئے عمل صالح بھی شرط لازم ہے اور جس طرح بغیر عمل کے علم کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسی طرح شریعت اسلامیہ میں بغیر علم کے عمل بھینا قابل قبول اور مردود ہے اور اسلام کی نظر میں اس کی کوئی وقعت واہمیت نہیں ہے، بلکہ شریعت میں اس کی مذمت آئی ہے کیونکہ یہ عمل بدعت کے قبیل سے ہوگا۔لہذا علم وعمل میں سے کسی ایک کو دوسرے سے جدا کرنا قطعی درست نہیں ہے، کیونکہ ان دونوں کے بغیر رضائے الہی کا حصول ممکن نہیں۔

عمل کے لئے علم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہماری شریعت میں ہے کہ حاکم اگر علم کی بنیاد پر فیصلہ کرتے ہوئے غلطی کر جائے تو وہ اجر کا حقدار ہوتا ہے، لیکن اگر بغیر علم کے درست فیصلہ بھی کرے تو وہ کسی بھی اجر کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ عند اللہ ماخوذ اور مستحق سزا ہوگا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

”أيُ سَمَاءٍ تُظِلُّني، وأيُ أرْضٍ تُقِلُّني إذَا أنَا قُلْتُ في كِتَابِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ“ (۱) کون سا آسمان مجھے سایہ دے گا؟ اور کون سی زمین مجھے پناہ دے گی؟ جب میں بغیر علم کے اللہ کی کتاب میں کوئی بات کہوں۔

امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا:

”مَنْ عَبَدَ اللهَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ مَا يُفْسِدُ أَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحُ«وزاد ابن تيمية رحمه الله: »وَإِنْ حَصَلَ لَهُ كَشْفٌ وَتَصَرُّفٌ؛ وَإِنْ اقْتَدَى بِهِ خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنْ الْعَامَّةِ“ (۲)

جو بلا علم اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ بنانے سے زیادہ بگاڑتا ہے۔اس پر اضافہ کرتے ہوئے ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر چہ اسے کشف وتصرف حاصل ہوجائے اور اگر چہ عوام کی ایک بڑی تعداد اس کی اقتداء کرنے لگے۔

ایک جگہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ يَشْتَمِلُ عَلَى عِلْمٍ وَعَمَلٍ: عِلْمٌ شَرْعِيٌّ وَعَمَلٌ شَرْعِيٌّ فَمَنْ عَلِمَ وَلَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهِ كَانَ فَاجِرًا وَمَنْ عَمِلَ بِغَيْرِ عِلْمٍ كَانَ ضَالًّا“ (۳)

صراط مستقیم علم وعمل پر مشتمل ہے، یعنی علم شرعی اور عمل شرعی، لہذا جس نے علم حاصل کیا اور اس علم پر عمل نہیں کیا ہے وہ فاجر ہے اور جس نے علم کے بغیر عمل کیا وہ گمراہ ہے۔

ایک اور جگہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”وَحَقِيقَةُ الْأَمْرِ أنّه لا بُدَّ مِنَ الْأَمْرَيْنِ، فَلا بُدَّ مِنَ الْعِلْمِ وَالْقَصْدِ، وَلَا بُدَّ مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ بِهِ، وَمَنْ عَمِلَ بِمَا يَعْلَمُ وَرَّثَهُ اللهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ. وَالْعَبْدُ عَلَيْهِ وَاجِبَاتٌ فِي هَذَا وَهَذَا، فَلَا بُدَّ مِنْ أَدَاءِ الْوَاجِبَاتِ، وَلَا بُدَّ أَن يَكُونَ كُلٌّ مِنْهُمَا مُوَافِقًا لِمَا جَاءَ بِهِ الرَّسُولُ، فَمَنْ أَقْبَلَ عَلَى طَرِيقَةِ النَّظَرِ وَالْعِلْمِ، مِنْ غَيْرِ مُتَابَعَةٍ لِلسُّنَّةِ، وَلَا

(۱) موطأ ۲/۱۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ ۶/۱۳۶، واسنادہ لاباس بہ، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سلسلۂ احادیث صحیحہ ۶/۲۸۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ ۷/۱۷۵، الزھد از احمد بن حنبل ص ۲۴۴، مجموع الفتاوی از ابن تیمیہ ۱۱/۳۹۹۔

(۳) مجموع الفتاوی از ابن تیمیہ ۱۱/۲۶۔

عَمَلٍ بِالْعِلْمِ، كَانَ ضَالًّا غَاوِيًا فِي عَمَلِهِ، وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقَ الإِرَادَةِ وَالْعِبَادَةِ، وَالزُّهْدِ وَالرِّيَاضَةِ مِنْ غَيْرِ مُتَابَعَةٍ لِلسُّنَّةِ، وَلَا عِلْمٍ يَنْبَنِي الْعَمَلُ عَلَيْهِ، كَانَ ضَالاً غَاوِيًا، وَمَن كَانَ مَعَهُ عِلْمٌ صَحِيحٌ مُطَابِقٌ لِمَا جَاءَ الرَّسُولُ صلى الله عَلَيه وَسَلَّمَ بِلا عَمَلٍ بِه كَانَ غَاوِيًا، وَمَنْ كَانَ مَعَهُ عَمَلٌ مُوَافِقٌ لِلسُّنَّةِ بِدُونِ الْعِلْمِ المأمورِ بِه كَانَ ضَالاً"(۱)

حقیت امر یہ ہے کہ علم وعملدونوں کا ہونا ضروری ہے اور جو شخص اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے اللہ تعالی اسے ان چیزوں کا بھی علم عطا کردیتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا ہے اور بندے پر ہر دونوں سے متعلق کچھ واجبات ہیں، جسے ادا کرنا اس پر واجب ہے اور علم وعمل میں سے ہر ایک کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے موافق ہونا ضروی ہے، لہذا جس نے اتباع سنت اور عمل کے بغیر علم ونظر کا رخ کیا تو وہ اپنے عمل میں گمراہ اور راہ مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے اور جس نے سنت کی موافقت کے بغیر عبادت اور زہد وریاضت کا راستہ اختیار کیا، یا اپنے عمل کی بنیاد علم پر نہیں رکھی وہ بھی گمراہ اور راہ حق سے بھٹکا ہوا ہے اور جس کے پاس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مطابق صحیح علم ہے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کرتا وہ بھی گمراہ ہے اور جس کا عمل سنت کے موافق ہے لیکن اس عمل کی بنیاد علم شرعی پر نہیں ہے وہ بھی راہ حق سے بھٹکا ہوا ہے۔

معلوم ہوا کہ علم کے بغیر عمل بے فائدہ ہے اور قول وعمل کے لئے علم شرط اور ان پر مقدم ہے اور بغیر علم کے عمل کرنا ضلالت وگمراہی اور ہلاکت وبربادی کی علامت ہے۔ کیونکہ علم وعمل دونوں ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں، بغیر علم کے عمل اور بغیر عمل کے علم کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی زمانے میں اس کی کوئی قدر وقیمت ہے اور نہ دنیا وآخرت میں نفع بخش اور سودمند ہے۔

علم کے مطابق عمل نہ کرنے پر وعید:

اس حقیقت کا ہمیں ادراکِ کامل ہونا چاہئے کہ کتاب وسنت میں علم شرعی کی جو بھی فضیلت وارد ہوئی ہے وہ عمل ہی کی وجہ سے ہے اور اُس علم کا شریعت میں کوئی وزن نہیں جو عمل سے عاری ہو، بلکہ قیامت کے دن عالم بے عمل سے سخت باز پرس ہوگی۔ چنانچہ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَزُولُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتَّى يُسْأَلَ عَنْ أَرْبَعٍ: عَنْ عُمُرِهِ فِيمَا أَفْنَاهُ، وَعَنْ عِلْمِهِ مَاذَا عَمِلَ بِهِ، وَعَنْ مَالِهِ مِنْ أَيْنَ اكْتَسَبَهُ وَفِيمَا أَنْفَقَهُ، وَعَنْ جِسْمِهِ فِيمَا أَبْلَاهُ؟"(۲) یعنی: بروز قیامت بندے کے قدم اس وقت تک ہٹ نہیں سکیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا

(۱) درء تعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ ۵/۵۱۳۔
(۲) سنن ترمذی ۴/۶۱۲ برقم ۲۴۱۷، سنن الدارمی ۱/۵۲۴ برقم ۵۵۴، مسند ابی یعلی موصلی ۱۳/۴۲۸، شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔

جائے، اس کی عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اسے کہاں کھپایا؟ اوراس کے علم کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ اس پر کتنا عمل کیا؟ اسکے مال کے بارے میں سوال کیا جائے گا کہمال کوکہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم سے متعلق سوالہوگا کہ اس کوکہاں بوسیدہ کیا؟

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ علم کے واجبات میں سے ہے کہ عالم دین دوسروں کو بھلائی کا حکم دینے سے پہلے خود اس پر عمل کرے اور برائی سے منع کرنے سے پہلے خود اس سے اجتناب کرے، اگر ایسا نہیں کرتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اپنی دعوت وتبلیغ میں مخلص نہیں ہے، اسے اس عمل کے ثواب وعقاب اور نفع ونقصان پر یقین کامل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے بےعمل علماء کے بارے میں کتاب وسنت میں شدید وعید آئی ہے۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ، كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ" [سورة الصّف: ۲، ۳] اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ تم جو کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ القِيَامَةِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ، فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُهُ فِي النَّارِ، فَيَدُورُ كَمَا يَدُورُ الحِمَارُ بِرَحَاهُ، فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْهِ فَيَقُولُونَ: أَيْ فُلاَنُ مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُنَا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَانَا عَنِ المُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلاَ آتِيهِ، وَأَنْهَاكُمْ عَنِ المُنْكَرِ وَآتِيهِ" (۱) یعنی بروز قیامت ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، جہنم میں اس کی انتڑیاں باہر آجائیں گی اور وہ اس طرح گھومتا پھرے گا جس طرح گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے۔ جہنمی لوگ اس کے اردگرد جمع ہوکر اس سے پوچھیں گے، کیا (دنیا میں) تو ہمیں بھلائی کا حکم نہ دیتا تھا اور برائی سے نہ روکتا تھا؟ تو وہ جواب دے گا: ہاں! میں تمہیں اچھی باتوں کا حکم دیتا تھا، مگر خود ان پر عمل نہیں کرتا تھا اور میں تمہیں برے کاموں سے روکتا تھا، مگر خود ان کا مرتکب ہوتا تھا۔

اسی طرح سب سے پہلے جن لوگوں سے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا، ان میں وہ عالم بھی ہوگا جس نے اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ صحابی جلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ..... وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ، وَعَلَّمَهُ وَقَرَأَ الْقُرْآنَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ، وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ: عَالِمٌ، وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ: هُوَ قَارِئٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ" (۲)

قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں کے

(۱) صحیح البخاری ۴/۱۲۱ برقم ۳۲۶۷۔ (۲) صحیح مسلم ۳/۱۵۱۳ برقم ۱۹۰۵۔

بارے میں فیصلہ کیا جائے گا... ان میں ایک علم سیکھنے سکھانے اور قرآن پڑھنے والا آدمی ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالی اسے اپنی نعمتوں کا تعارف کرائے گا، وہ اقرار کرے گا۔ اللہ تعالی فرمائے گا: تونے اس کے مطابق کون سا عمل کیا ہے؟ وہ کہے گا: میں نے علم سیکھا سکھایا اور تری خاطر قرآن پڑھا۔ اللہ تعالی فرمائے گا: تو جھوٹ بول رہا ہے، حصول علم سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ قاری کہا جائے، سو اسے تو کہا جا چکا ہے۔ پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا کہ اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے۔

جندب بن عبداللہ بجلی سے سند حسن سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَثَلُ العَالِمِ الَّذِي يُعَلِّمُ النَّاسَ الخَيْرَ وَ لا يَعْمَلُ بِهِ كَمَثَلِالسِّرَاجِ يُضِيءُ عَلى النَّاسِ وَيحْرِقُ نَفْسَهُ" (۱) ایک عالم جو دوسروں کو اچھی باتوں کی تعلیم دیتا ہے مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا ہے تو اس کی مثال اس چراغ کے مانند ہے جو دوسروں کے لئے روشنی پھیلاتا ہے اور خود کو جلا کر راکھ کرتا ہے۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"مَنْ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ لِلْعَمَلِ كَسَرَهُ عَلِمُهُ، وَمَنْ طَلَبَهُ لِغَيْرِ الْعَمَلِ زَادَهُ فَخرًا" (۲) جو عمل کرنے کے لئے علم حاصل کرتا ہے، اس کا علم اسے متواضع وخاکسار بنا دیتا ہے اور جو بغیر عمل کے علم حاصل کرتا ہے، علم اس کے غرور میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔

امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إِذَا أَرَادَ اللهُ بِقَوْمٍ شَرًّا فَتَحَ عَلَيْهِمُ الْجَدَلَ وَمَنَعَهُمُ الْعَمَلَ" (۳) اللہ جب کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان پر جدل ومناظرہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور انہیں عمل سے محروم کر دیتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے علم سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے جو نفع بخش نہ ہو، جیسا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے:

"اللّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عِلْمٍ لا يَنْفَعُ، وَمِنْ قَلْبٍ لا يَخْشَعُ، وَمِنْ نَفْسٍ لا تَشْبَعُ، وَمِنْ دَعْوَةٍ لا يُسْتَجَابُ لَهَا" (۴) اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور ایسی طبیعت سے جو آسودہ نہ ہو اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کی جائے۔

اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سَلُوا اللهَ عِلْمًا نَافِعًا، وَتَعَوَّذُوا بِاللهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ" (۵) اللہ تعالی سے نفع بخش علم طلب کرو اور غیر نفع

---

(۱) الآحاد والمثانی از ابن ابی عاصم ۴/ ۲۹۳ برقم ۲۳۱۴، المعجم الکبیر از طبرانی ۲/ ۱۶۵ برقم ۱۶۸۱، اقتضاء الصراط المستقیم از خطیب بغدادی ص ۴۹۔
(۲) تاریخ ابن عساکر ۵۶/ ۴۳۴۔ (۳) تاریخ ابن عساکر ۳۵/ ۲۰۱۔ (۴) صحیح مسلم ۴/ ۲۰۸۸ برقم ۲۷۲۲۔
(۵) سنن ابن ماجہ ۲/ ۱۲۶۳ برقم ۳۸۴۳، مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۳۴۲ برقم ۲۶۷۱۲، مسند عبد بن حمید کما فی المنتخب ص ۳۳۰ برقم ۱۰۹۳، والحدیث حسنہ الالبانی۔

بخش علم سے اللہ کی پناہ مانگو۔

ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"كُلُّ عَمَلٍ لَا يَكُونُ خَلْفَ الْعِلْمِ مُقْتَدِيًا بِهِ فَهُوَ غيرُ نَافِعٍ لِصَاحِبِهِ بَلْ مَضَرَّةٌ عَلَيْهِ" (۱)

ہر وہ عمل جو علم کے تابع اور اس کے مطابق نہ ہو وہ صاحب علم کے لئے نفع بخش ہونے کے بجائے نقصان دہ ہوتا ہے۔

ایسے ہی ان خطباء ومقررین کے بارے میں بھی سخت وعید وارد ہوئی ہے جو دوسرں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں، لیکن اپنے آپ کو عمل سے دور رکھتے ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رَأَيْتُ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي رِجَالًا تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيضَ مِنْ نَارٍ، فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيلُ مَنْ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ خُطَبَاءُ مِنْ أُمَّتِكَ، يَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ، وَيَنْسَوْنَ أَنْفُسَهُمْ، وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا يَعْقِلُونَ" (۲)

میں نے اسراء ومعراج کی رات کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے، جب جب وہ کٹ کے الگ ہوجاتے تو وہ دوبارہ مل جاتے، میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ کہا: یہ آپ کی امت کے خطباء ہیں، جو لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور خود کو بھول جاتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کی کتاب کی تلاوت بھی کرتے تھے، کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔

علم کے مطابق عمل کرنے کے فوائد:

- عمل علم کا تقاضہ، ثمرہ اور بنیادی مقصد ہے۔ اگر یہ حاصل ہوگیا تو گویا علم کا حاصل کرنا بامقصد ہوگیا۔
- علم کے مطابق عمل کرنا عمل کی صحت کا ضامن ہوتا ہے، نیز اس سے دل کو سکون واطمنان حاصل ہوتا ہے۔
- علم کے مطابق عمل کرنے سے اللہ تعالی غیر حاصل شدہ علم بھی عطا فرمادیتا ہے اور جو شخص علم کے مطابق عمل نہیں کرتا ہے اس کے علم کی برکت ختم ہوجاتی ہے، وہ ناکام ونامراد اور نسیان علم کا شکار ہوجاتا ہے۔
- علم کے مطابق عمل ہی رب کی خوشنودی اور حصول جنت کا ضامن ہے، اسی میں دینا وآخرت کی کامیابی مضمر ہے۔
- علم کے مطابق عمل کرنے سے علم میں پختگی اور فکر میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے، نیز حکمت ودانائی میں اضافہ ہوتا ہے۔
- عمل کے ذریعہ علم کو سینہ میں محفوظ کرنا آسان ہوجاتا ہے، وکیع بن جراح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كُنَّا نَسْتَعِينُ عَلَى حِفْظِ الْحَدِيثِ بِالْعَمَلِ بِهِ" (۳) ہم حدیث یاد کرنے کے لئے عمل کا سہارا لیتے تھے۔

---

(۱) مفتاح دار السعادۃ ۱/ ۸۲۔ (۲) مسند احمد ۱۹/ ۲۴۴ برقم ۱۲۲۱۱، صحیح ابن حبان ۱/ ۲۴۹ برقم ۵۳، والحدیث صحیح۔

(۳) المخلصیات ۲/ ۳۱۰، وجامع بیان العلم وفضلہ ۱/ ۷۰۸۔

- علم کے مطابق عمل کرنے کے بعد ہی انسان جاہلوں کے زمرے سے نکل کر عالموں کے صف میں شامل ہوتا ہے، ورنہ خواہ وہ کتنا ہی علم نہ حاصل کرلے مگر اس کا شمار جاہلوں ہی میں ہوگا۔
- علم کے مطابق عمل کرنا فتنوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

علم کے مطابق عمل نہ کرنے کے نقصانات:

- علم کے مطابق عمل نہ کرنے والا شخص اللہ کے نزدیک مبغوض اور عذاب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔
- علم کے مطابق عمل نہ کرنا بروز قیامت حسرت وندامت کا باعث ہوگا۔
- علم پر عمل نہ کرنا یہودیوں کی صفت ہے، اللہ تعالی نے یہودیوں کے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ وَأَنتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ"

[سورۃ البقرۃ: ۴۴] کیا لوگوں کو بھلائیوں کا حکم کرتے ہو؟ اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا اتنی بھی تم میں سمجھ نہیں؟۔

- علم پر عمل نہ کرنے والے کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہے لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ چنانچہ اللہ تعالی نے عالم بلاعمل کی گدھے سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا:

"مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ" [سورۃ الجمعہ: ۵]، جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہو۔ اللہ کی باتوں کو جھٹلانے والوں کی بڑی بری مثال ہے اور اللہ (ایسی) ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہ مثال اللہ تعالی نے ان یہودیوں کے لئے دی ہے جو تورات کا علم رکھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے، جبکہ انہیں تورات دینے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس پر عمل کریں، مگر ان لوگوں نے علم کو لے لیا اور اس کے مطابق عمل کرنا ترک کردیا، اسی لئے اللہ تعالی نے ان کی مثال ایسے گدھے سے دی جو کتابوں کا بوجھ اٹھائے پھر رہا ہے مگر اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے، اسی طرح یہ مثال ہر شخص پر بھی صادق آتی ہے جو مشقتوں اور پریشانیوں کو برداشت کرکے علم تو حاصل کرلیتا ہے مگر اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔

- علم کے مطابق عمل نہ کرنے سے بدعات وخرافات کو رواج وفروغ ملتا ہے اور معاشرے میں غلو وشدت، افراط وتفریط اور تکفیر وتفسیق جیسی بے شمار مہلک بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

اخیر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں علم کی دولت سے نوازے اور اس علم پر عمل کرنے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

●●●

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی روایات کے تناظر میں

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ مدنی
استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

صحابی جلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر مستشرقین نے بے شمار اعتراضات کئے ہیں، اور روات حدیث میں سب سے زیادہ انہی کی حدیثوں کو اپنا نشانہ بنایا ہے۔ چنانچہ استاذ محترم علامہ ڈاکٹر محمد ضیاء الرحمن اعظمی صاحب نے اس موضوع کو اپنی ''ماسٹر'' (M.A.) کی ڈگری کے مقالے کے لیے منتخب کیا، اور کتب ستہ اور مسند احمد میں موجود ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ساری حدیثوں کو جمع کر کے دوسرے صحابہ کی حدیثوں سے مقارنہ کیا اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچے کہ اکثر و بیشتر حدیثوں میں دوسرے صحابہ نے ان کی موافقت کی ہے اور جن حدیثوں میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ منفرد ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔(۱)

کتب تراجم اور علماء وطلبہ میں جو یہ بات مشہور متداول ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد (۵۳۷۴) ہے۔ درحقیقت اس سے مراد مختلف اسانید ہیں، نہ کہ خالص متونِ حدیث، اور ان کی روایت کردہ متون حدیث کی تعداد کسی بھی صورت میں دو ہزار سے زیادہ نہیں پہنچتی۔ اب اگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ایام، جو انہوں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گزارا ہے، ان پر یہ حدیثیں تقسیم کی جائیں تو روزانہ دو حدیث سے زیادہ نہیں بنتیں، کیونکہ آپ نے غزوۂ خیبر میں اسلام قبول کیا جو کہ سن ۷ ہجری میں واقع ہوا، اور غزوہ خیبر سے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے ایام تقریباً ایک ہزار ہیں۔ اس نتیجے نے علماء وطلبہ کے درمیان زبردست انقلاب برپا کردیا اور ان سارے اعتراضات کا ازالہ ہو گیا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر کثرت روایت کو لے کر لگائے جاتے تھے، کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دن رات نبی ﷺ کی خدمت میں لگے رہتے تھے، اس لیے ان کا یومیہ دو حدیثیں حفظ کرنا قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ ڈاکٹر اعظمی صاحب کا ماسٹر کا رسالہ (Thesis) تقریباً ۸۰۰ صفحات پر مشتمل تھا، اس کا مختصر نمونہ دو تین بار شائع ہو چکا ہے۔

اب میں استاذ محترم ڈاکٹر اعظمی صاحب کی زبانی اس کتاب سے متعلق بعض مزید امور کی وضاحت ہدیۂ قارئین کررہا ہوں:

یہ ۱۳۹۳ھ کی بات ہے، اس وقت جامعۃ الملک عبدالعزیز جدہ کے مدیر ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی تھے، جو بعد میں سعودی عرب میں وزیر ثقافہ بھی متعین کئے گئے۔ انہوں

(۱) دیکھیں: أبو هريرة في ضوء مروياته للدكتور محمد ضياء الرحمن أعظمي ص ۱۸۔

نے بطور خاص اس رسالہ (Thesis) کی ایک کاپی طلب کی، اور مطالعے کے بعد اس رسالے کے نتائج کی روشنی میں ایک گراں قدر مقالہ تحریر فرمایا جو ''مجلة اليمامة'' میں شائع ہوا، جس کا عنوان تھا ''عفوا يا أبا هريرة'' یعنی ابوہریرہؓ ہمیں معاف کر دیں کہ ہم کثرت روایات کی وجہ سے آپ پر خواہ مخواہ اعتراض کرتے چلے آئے، جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، اور حضرت ابوہریرہ کے روایت کردہ حدیثوں کی تعداد ۲۰۰۰ر سے زیادہ نہیں ہے، جیسا کہ اس طالب علم نے اپنے اس Thesis میں مختلف ٹھوس دلیلوں سے ثابت کیا ہے اور پھر اسی نتیجے کی روشنی میں ''ابوہریرہؓ'' کے نام سے ایک مستقل کتاب تصنیف کی، جو علمی حلقوں میں کافی مقبول ہوئی۔ بعض اردو داں حضرات نے اس نتیجے کو غلطی سے ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی کی طرف منسوب کر دیا ہے۔

لہذا میں علم حدیث سے شغف رکھنے والے علماء کرام بطور خاص مادۃ الحدیث کے مدرسین عظام سے درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کا جب تذکرہ آئے تو طلبہ اور سامعین پر ضرور واضح کر دیں کہ یہ عدد (۵۳۷۴) سندوں کے اعتبار سے ہے، متن کے اعتبار سے نہیں، تاکہ وہ منکرین حدیث کا جواب دے سکیں۔ اور دوسری بات یہ کہ ان حدیثوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منفرد نہیں ہیں، بلکہ زیادہ تر حدیثوں کے شواہد پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مزید فضیلت کا اظہار ہوتا ہے، جس کا اظہار امام شافعی رحمہ اللہ نے ان لفظوں سے کیا: ''أبو هريرة أحفظ من فى دهره'' یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔(۱)

اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کی بھی وضاحت کر دیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد (۵۳۷۴) کا اصل مصدر حافظ ابن حزم (ت: ۴۵۶ھ) کی کتاب ''جوامع السيرة'' ہے جس میں انہوں نے ہر ہر صحابی رسول کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد کو بیان کیا ہے، جسے انہوں نے اندلس کے محدث حافظ بقی بن مخلد (ت: ۲۷۶ھ) کے مسند (جو اب تک مفقود ہے) سے اخذ کیا ہے، اور اس مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد (۵۳۷۴) ہے۔ حافظ ابن حزم نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر کسی کو مزید حدیثیں ملیں تو اس میں اضافہ کر لیں۔ پھر اسی تعداد کو حافظ ابن الجوزی (ت: ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب ''تلقيح فهوم أهل الأثر'' میں ذکر کیا ہے، اور پھر بعد میں آنے والے تمام علماء تواتر کے ساتھ اسی تعداد کو ذکر کرتے چلے آ رہے ہیں، لیکن کسی نے یہ خیال نہیں کیا کہ حافظ بقی بن مخلد کی کتاب میں جو عدد بیان کی گئی ہے وہ سندوں کے اعتبار سے ہے، کیونکہ اس زمانے کے رواج کے مطابق جتنی سندیں مل جاتی تھیں سب کو جمع کر دیا جاتا تھا، اس طرح ایک حدیث کی ایک سے زیادہ سندیں ہو جاتی تھیں، اور ہر سند کو حدیث شمار کیا جاتا تھا۔ اسی کے ساتھ ایک اور نکتہ جو اکثر لوگوں سے مخفی ہے

(۱) دیکھیں: معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۲ ص ۵۸، سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۵۹۹۔

وہ یہ کہ بقی بن مخلد نے ہر صحابی رسول کی حدیثوں کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے، اس طرح باب کی مناسبت سے ایک حدیث متعدد ابواب میں آگئی ہے، جس طرح امام بخاری نے ایک ہی حدیث کو کبھی ایک اور کبھی متعدد سندوں سے مختلف ابواب میں ذکر کیا ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے امام احمد کی مسند کو دیکھا جاسکتا ہے، جس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد (۳۸۳۳) ہے، لیکن جب مکرر اسانید کو حذف کردیا گیا اور صرف متن حدیث کی گنتی کی گئی تو نہ صرف مسند احمد بلکہ اس کے ساتھ کتب ستہ کو بھی جمع کرنے کے باوجود ان کی تعداد (۱۵۰۰) سے زیادہ نہیں ہوئی۔(۱)

اسی طرح "المسند الجامع" جسے ڈاکٹر بشار عواد اور ان کے رفقاء نے جمع کیا ہے، جو حدیث کی ۱۲ر مستند کتابوں (کتب ستہ، مسند احمد، موطا مالک، مسند حمیدی، مسند عبد بن حمید، سنن دارمی، الادب المفرد، جزء رفع الیدین، جزء القراءۃ خلف الامام، خلق افعال العباد، شمائل ترمذی، زوائد عبداللہ بن احمد علی المسند، عمل الیوم واللیلۃ، فضائل القرآن، فضائل الصحابہ للنسائی، صحیح ابن خزیمہ) پر مشتمل ہے، اس "المسند الجامع" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیثوں کی تعداد بلاتکرار صرف (۱۵۸۰) تک پہنچی ہے۔

اب اگر آپ دوسری کتابوں کی حدیثوں کو اس میں اضافہ کردیں تو ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ ۲۰۰۰ تک پہنچے گی، جیسا کہ اس سے پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

اس سلسلے میں مزید دو نکتوں کی وضاحت انتہائی مفید ہوگی۔

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جن حدیثوں کی روایت کی ہے اکثر وبیشتر حدیثوں میں دیگر صحابہ کرام نے ان کی موافقت کی ہے، لہٰذا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض درست نہ ہوگا۔

۲- جن حدیثوں کی روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منفرد ہیں وہ حدیثیں حلال وحرام، احکام اور عبادات کے قبیل سے نہیں ہیں، بلکہ اکثر ترغیب وترہیب اور اذکار وآداب وغیرہ سے متعلق ہیں۔

یہ موضوع نہایت ہی دقیق اور مشکل تھا، جسے استاذ محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنی ماسٹر کی ڈگری کے لیے منتخب کیا تھا۔ موضوع کی حساسیت کا اندازہ محدث شام علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے اس جملے سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے ڈاکٹر صاحب سے اس رسالے کی تیاری کے وقت کہا تھا، آپ نے فرمایا: "لقد دخلت فی بحر لا ساحل له" تم ایسے سمندر میں داخل ہوگئے ہو جس کا کوئی ساحل ہی نہیں ہے۔ اس عظیم موضوع پر ریسرچ کی وجہ سے وہ ڈاکٹر صاحب سے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں "یا صاحب أبي هريرة" کہہ کر پکارتے تھے۔

ان واقعات کی تفصیل ڈاکٹر صاحب کے مشفق استاد محترم جناب حافظ حفیظ الرحمن عمری مدنی نے "دراسات فی الجرح والتعدیل" کے مقدمے میں تحریر فرمائی ہے جو جامعہ سلفیہ بنارس سے ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی ہے۔(۲)

(۱) دیکھیں: ابوھریرۃ فی ضوء مرویاتہ ص ۲۲۔ (۲) دیکھیں: مقدمۃ دراسات فی الجرح التعدیل ص ۸، ۹۔

ایک اہم نوٹ: اسی طرح سیر وتراجم کی کتابوں میں جو یہ تذکرہ آتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں، امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں، امام ابوداود نے تین لاکھ حدیثوں سے اپنی سنن تالیف فرمائی، امام مالک کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں، تو اس سے مراد:

۱۔ کثرت اسانید۔

۲۔ اختلاف لفظ الحدیث، یعنی ایک لفظ کے اختلاف سے دو حدیثیں بن جانا۔

۳۔ حدیث کے موصول اور مرسل یا منقطع ہونے سے ان کی تعداد بڑھ جانا۔

۴۔ فتاوی الصحابہ۔

۵۔ فتاوی التابعین۔ وغیرہ ہیں۔

رہ گیا متن حدیث تو اتنے متون ہیں ہی نہیں، بلکہ پورے کتب حدیث میں چالیس سے پچاس ہزار متون سے زیادہ نہیں ہیں جیسا کہ حافظ سیوطی رحمہ اللہ اپنی کتاب "تدریب الراوی" میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان الأحاديث الصحاح التي بين أظهرنا، بل وغير الصحاح، لو تتبعت من المسانيد والجوامع والسنن والأجزاء وغيرها لما بلغت مائة ألف بلا تكرار، بل ولا خمسين ألفا"۔ (۱)

اس بات کی وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ حدیثوں کی مذکورہ بالا تعداد سن کر یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ لاکھوں حدیثیں کہاں چلی گئیں، جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ "سنت" اسلام کا دوسرا ماخذ ہے، اور اللہ تعالیٰ نے جب قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری لے لی تو اس ضمن میں سنت رسول کی حفاظت کی ذمہ داری بھی داخل ہوگئی۔

اور اس لیے بھی ضروری ہے کہ اکثر اہل علم اپنی تقریروں اور تحریروں میں اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ فلاں محدث کو اتنی لاکھ حدیثیں یاد تھیں اور فلاں کو اتنے لاکھ، لیکن اس بات کی وضاحت نہیں کرتے کہ اس سے مراد اتنے لاکھ متون نہیں بلکہ سندیں ہیں۔

اور اس لیے بھی تاکہ اس سے ان لوگوں کا سد باب ہو جائے جو اس تعداد کے ذریعہ انکار حدیث کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ جب ان محدثین کو لاکھوں حدیثیں یاد تھیں اور ان کی کتابوں میں صرف چند ہزار حدیثیں ہی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی لاکھوں حدیثیں محفوظ نہیں ہیں بلکہ ضائع ہوگئیں، اور اگر حدیث دین میں حجت ہوتی اور اس کی بھی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہوتا تو ناممکن تھا کہ وہ ضائع ہو جاتیں، لہٰذا ان حدیثوں کا ضائع ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ حدیث دین میں حجت نہیں، تبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی حفاظت کا نظم نہیں کیا گیا۔

اس لیے اہل علم سے درخواست ہے کہ جب اس تعداد کا ذکر کریں تو اس بات کی وضاحت ضرور کر دیا کریں کہ اس سے مراد سندیں ہیں، متون نہیں۔

●●●

(۱) دیکھیں: تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۶۔

طہارت کے لیے گرم پانی کا استعمال

مقبول احمد سلفی، طائف

ٹھنڈی کے موسم میں گرم پانی اور گرمی کے موسم میں ٹھنڈا پانی میسر ہونا اللہ کی نعمت میں سے ہے، اس پر اللہ کا شکر بجالانا چاہئے۔ پانی ٹھنڈا یا گرم ہونا یہ موسم کی طبیعت پہ ہے، موسم سرد ہوا تو پانی سرد ہوجائے گا اور گرم موسم سے پانی گرم ہوجائے گا۔ اللہ نے بندوں کو ایسی سہولت میسر کی ہے کہ موسم کے ٹھنڈے پانی کو مختلف طریقوں سے گرم کر لیتے ہیں اور طبعی گرم پانی کو سرد بنا کر اللہ کی اس بیش قیمت نعمت سے محظوظ ہوتے ہیں۔

گرم پانی سے وضو کی بابت کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ٹھنڈے پانی سے وضوزیادہ اجر کا باعث ہے اس لیے وضو کی خاطر گرم پانی نہیں استعمال کرنا چاہئے۔ یہ خیال غلط ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح سے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اور ٹھنڈی کے موسم میں بعض کو دیکھا جاتا ہے کہ اچھی طرح سے وضونہیں کرتے جبکہ گرم پانی کامل وضو پر مددگار ہے، اس سے بندہ مکمل طور پر بلاحرج وضو کر سکتا ہے۔(۱)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ألا أدلكم على ما يمحو الله به الخطايا ويرفع به الدرجات؟ قالوا: بلى يا رسول الله! قال: إسباغ الوضوء على المكاره“ (صحیح مسلم:۲۵۱)

ترجمہ: کیا میں تمہیں ایسی چیزیں نہ بتاؤں جن سے اللہ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند کرتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں، آپ ضرور بتائیں، آپ نے فرمایا: ناگواری کے باوجود مکمل وضو کرنا۔

شدت برد میں گرم پانی نہ ملنے پر ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بلاشبہ زیادہ اجر کا باعث ہے مگر گرم پانی میسر ہو تو اچھی طرح وضو کے لیے زیادہ معاون ہے اور اس سے اجر میں کمی نہیں ہوگی۔ یہ اللہ کی طرف سے سہولت ہے۔

اسی طرح کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے قرآن میں پانی نہ ملنے پر یا بیمار کو پانی مضر ہونے پر تیمم کا حکم دیا ہے پھر وضو اور غسل کے لیے پانی گرم کرنے کی بات کہاں سے پیدا

(۱) بلکہ کرنا چاہیے کیونکہ موسم سرما میں گرم پانی سے وضو کرنا اسباغ وضو کے لیے معاون ہے۔ حد سے زائد ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے پانی سے مکمل طریقہ پر وضو کرنا مشکل ہے اور پھر جلدی سے وضو سے فراغت کی بھی فکر رہتی ہے۔ اسی جلد بازی کی وجہ سے بعض صحابہ کرام کی ایڑیاں سوکھی رہ گئیں تھیں تو نبی ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: ویل للأعقاب من النار. ان ایڑیوں کے لیے آگ سے ہلاکت ہے۔ بخاری (۵۶۱) مسلم (۲۴۲) سرد موسم میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے میں ایڑیاں اور کہنیاں اور دیگر اعضاء کے خشک رہ جانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ موسم سرما میں جلد میں وہ ملائمیت اور نعومت نہیں ہوتی ہے جو موسم گرما میں پائی جاتی ہے۔

ہوتی ہے؟ ان کی نظر میں خاص طور سے ایسے شخص کا مسئلہ ہوتا ہے جو سخت ٹھنڈی کے موسم میں رات کو جنبی یا محتلم ہو گیا وہ فجر کے وقت کیا کرے جبکہ سرد پانی اس کو نقصان پہنچا رہا ہو؟ اس سلسلے میں علماء کی رائے یہ ہے کہ پانی گرم کر کے غسل کرے، اگر پانی گرم کرنے کی سہولت میسر نہ ہو تو تیمم کر لے۔ اس مسئلہ کی وجہ سے بعض لوگوں کے ذہن میں جو مذکورہ اشکال پیدا ہوا ہے اس کے کئی جوابات ہیں۔

پہلا جواب: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تک پانی کا رنگ، بو اور مزہ نہ بدلے اس وقت تک پانی پاک ہے جیسا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے حدیث "الماء طهور لا ينجسه شيئ" (پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی) کے تحت اجماع ہونے پر ابن المنذر کا قول نقل کیا ہے: "أجمع العلماء على أن الماء القليل والكثير إذا وقعت فيه نجاسة فغيرت له طعما أو لونا أو ريحا فهو نجس" (نیل الاوطار: ۱/۵۴)

ترجمہ: علماء کا اس بات پہ اجماع ہے کہ پانی خواہ کم ہو یا زیادہ اگر اس میں نجاست گر گئی اور اس کا مزہ یا رنگ یا بو بدل گئی تو وہ نجس ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر پانی گرم کرنے سے ان تینوں صفات میں سے کوئی صفت نہیں پیدا ہو تو وہ پاک ہے، اس سے وضو اور غسل کیا جائے گا۔

دوسرا جواب: اللہ کا فرمان ہے: {وَإِن كُنتُم مَّرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاء أَحَدٌ مِّنكُم مِّن الْغَآئِطِ أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاء فَلَمْ تَجِدُواْ مَاء فَتَيَمَّمُواْ صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُواْ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَفُوّاً غَفُوراً} (النساء: ۴۳)

ترجمہ: اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا قصد کرو اور اپنے منہ اور اپنے ہاتھ مل لو، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ نے مطلق پانی کا ذکر کیا ہے جو ٹھنڈا پانی، گرم پانی اور عام پانی سبھی کو شامل ہے اور یہ تینوں قسم کے پانی تخلیق کائنات سے ہی پائے جاتے ہیں۔ ایک تو قدرتی طور پر ٹھنڈ سے پانی ٹھنڈا اور گرمی سے گرم ہوتا ہے، دوسرے یہ کہ شروع زمانے سے لوگ بھی اپنے طور پر پانی کو ٹھنڈا اور گرم کرتے رہے ہیں، لیکن اس میں پہلے دقت رہی ہوگی تاہم آج سائنس کی ترقی سے پانی ٹھنڈا اور گرم کرنا نہایت ہی آسان ہو گیا ہے۔ اس لیے آج لوگوں کا معمول یہ ہے کہ ہر کام کے لیے گرمی میں ٹھنڈا پانی اور ٹھنڈی میں گرم پانی استعمال کرتے ہیں۔ جب آج کل ٹھنڈی میں گرم پانی کا استعمال معمول بنا ہوا ہے تو ظاہری بات ہے جسے وضو یا غسل کرنے کی ضرورت ہو اور اس کے لیے ٹھنڈا پانی نقصان دہ ہو تو پانی گرم کر کے وضو اور غسل کرے گا، بلا نقصان کے بھی گرم پانی سے وضو اور غسل میں کوئی حرج نہیں۔

تیسرا جواب: سمندر، تالاب، کنواں اور نہر کا پانی گرمی میں دھوپ کی وجہ سے گرم ہوتا ہے اور اس سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اللہ کے رسول!

ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ تھوڑا پانی لے جاتے ہیں، اگر ہم اس سے وضو کر لیں تو پیاسے رہ جائیں گے، تو کیا ایسی صورت میں ہم سمندر کے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"هو الطهور ماؤه، الحل ميتته" (صحیح ترمذی:۶۹)

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ جب سمندر کے ٹھنڈے اور گرم پانی سے ہم وضو کر سکتے ہیں تو اپنے طور پر پانی گرم کر کے بھی وضو کر سکتے ہیں، اسی طرح غسل بھی۔

چوتھا جواب: بندوں پر اللہ کی طرف سے یہ ایک بڑی سہولت ہے یعنی ٹھنڈی کے موسم میں گرم پانی اللہ کی طرف سے بڑی سہولت و بڑی نعمت ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس قسم کی ہزاروں نعمتیں ہیں ہم گن نہیں سکتے۔ ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر رب کا شکریہ بجالانا چاہئے۔ اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: {وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مِّنْهُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ} (الجاثیہ:۱۳)

ترجمہ: اور آسمان وزمین کی ہر ہر چیز کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے تابع کر دیا، جو غور کریں یقیناً وہ اس میں بہت سی نشانیاں پالیں گے۔

موسم سرما میں ہیٹر، گرم کپڑے، گرم مکان، گرم گاڑیاں اور استعمال کی گرم گرم دیگر چیزیں سب اللہ کی نعمت ہیں اور یہ اس زمانے کی سہولیات میں شمار ہوں گی اور جب سہولت آجائے تو اسے اختیار کرنا چاہئے۔ اس کے متعدد دلائل ہیں چند ایک نیچے درج کئے جاتے ہیں:

(۱) اللہ کا فرمان ہے: {يُرِيدُ اللّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ} (البقرۃ:۱۸۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ سہولت کا ہے سختی کا نہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {يُرِيدُ اللّهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الإِنسَانُ ضَعِيفاً} (النساء:۲۸)

ترجمہ: اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کر دے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"إن الدين يسر، ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه، فسددوا وقاربوا، وأبشروا، واستعينوا بالغدوة والروحة وشيء من الدلجة"** (صحیح بخاری:۳۹)

ترجمہ: بے شک دین آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی اختیار کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا (اور اس کی سختی نہ چل سکے گی) پس (اس لیے) اپنے عمل میں پختگی اختیار کرو اور جہاں تک ممکن ہو میانہ روی برتو اور خوش ہو جاؤ اور صبح اور دوپہر اور شام اور کسی قدر رات میں (عبادت سے) مدد حاصل کرو۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"يا أيها الناس، خذوا من الأعمال ما تطيقون، فإن الله لا يمل حتى تملوا"** (صحیح بخاری:۵۸۶۱)

ترجمہ: لوگو! عمل اتنا ہی کیا کرو جتنا کہ تم میں طاقت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا جب تک تم (عمل سے) نہ تھک جاؤ۔

(۵) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے:

"أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلا يظلل عليه والزحام عليه فقال: ليس من البر الصيام في السفر" (صحیح ابوداود:۲۴۰۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو سایہ کیا جا رہا ہے اور لوگ اس پر ازدحام کیے ہوئے ہیں۔ (روزے اور گرمی کے باعث وہ غش کھا گیا تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں جس طرح مشقت ہونے والے شخص کے لیے سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے اسی طرح ٹھنڈے پانی سے مشقت ہونے پر گرم پانی سے وضو کرنا افضل ہے۔

مذکورہ بالا تمام دلائل سے ٹھنڈک میں وضو اور غسل کے لیے گرم پانی کی سہولت اختیار کرنے کا پتہ چلتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی عملی زندگی سے بھی اس قسم کی سہولت سے فائدہ اٹھانے کا پتہ چلتا ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج سے گرم ہوئے پانی کا استعمال برص کا سبب ہے۔ اس سلسلے میں بعض مرفوع روایات اور بعض آثار بیان کئے جاتے ہیں۔ کوئی بھی روایت اور اثر سنداً ثابت نہیں ہے۔ مثلاً:

۱۔ "عن عائشة قالت: أسخنت لرسول الله صلى الله عليه وسلم ماءً في الشمس ليغتسل به فقال لي: يا حميراء لا تفعلي فإنه يورث البرص".

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دھوپ سے پانی گرم کیا تاکہ آپ غسل کریں تو آپ نے مجھ سے کہا اے حمیرا! ایسا مت کرو، یہ برص (ایک بیماری) کا سبب ہے۔

اس روایت کو ابن عدی نے موضوع کہا ہے۔ (الکامل فی الضعفاء:۳/۴۷۵)

۲۔ قال عمر بن الخطاب۔رضي الله عنه:۔"لا تغتسلوا بالماء المشمس، فإنه يورث البرص".

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دھوپ سے گرم کئے ہوئے پانی سے غسل نہ کرو کیونکہ یہ برص کا سبب ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ اثر ضعیف ہے اور دھوپ سے گرم پانی کے متعلق کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ (الخلاصہ:۱/۶۹)

اور بھی کئی دلائل ہیں لیکن کوئی بھی ثابت نہیں ہے اس لیے عقیلی نے کہا ہے کہ دھوپ سے گرم ہوئے پانی کے متعلق کچھ بھی سنداً صحیح نہیں ہے۔ (الضعفاء:۲/۱۷۶)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دھوپ سے گرم ہوئے پانی کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

گرم پانی سے وضو غسل اور طب:

آج کل اطباء حضرات خود ہی لوگوں کو گرم پانی سے نہانے کا مشورہ دیتے ہیں بطور خاص مریض کو جو اس بات کا ثبوت ہے کہ گرم پانی سے نہانا صحت کے لیے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ سردی سے متاثر ہونے والی جلد کے لیے فائدہ مند ہے۔ ہاں مسلسل زیادہ گرم پانی سے غسل طبی اعتبار سے نقصان دہ بتلایا گیا ہے اس لیے ہلکا گرم پانی سے نہائیں۔ جب غسل میں کوئی حرج نہیں تو وضو میں بدرجہ اولیٰ کوئی حرج نہیں۔ ●

نیک عورت کون؟

محمد اسلم مبارک پوری

قال تعالی: {مَنۡ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوۡ أُنثَى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ أَجۡرَهُم بِأَحۡسَنِ مَا كَانُواۡ يَعۡمَلُونَ} (النحل: ۹۷) جو کوئی مرد یا عورت نیک کام کرے گا درانحالیکہ وہ اللہ پر ایمان لانے والا ہوگا تو ہم اسے پاکیزہ اور عمدہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے اعمال سے زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلاق عالم نے ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرما کر ان کی قلبی اطمینان، دلی سکون اور زندگی کی صعوبتوں اور پریشانیوں کو فرحت ومسرت اور مؤدت ورحمت سے تبدیل کرنے کے لیے حضرت حوا علیہا السلام کو صفحۂ ہستی پر وجود بخشا اور انہی کے ذریعہ نسل انسانی کو کرۂ ارض پر پھیلایا۔ اس کائنات میں بسنے والے پر رب قدیر کا یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے ہر شئی کو جوڑا جوڑا بنایا۔ مرد وعورت کو پیدا کرکے ایک دوسرے کے لیے ان میں کشش اور لگاؤ ودیعت کردی۔ باہمی الفت ومحبت، مؤدت وسکون کی دل کش حویلی تعمیر کی اور دل کے نہاں خانہ میں شفقت وہمدردی کا حسین گلدستہ سجایا۔ عورت کو حسن وجمال، صبر وتحمل، شرم وحیا اور عفت وعصمت کا پیکر بنایا۔ نسل انسانی کی پرورش وپرداخت اور تربیت کی اہم ذمہ داری تفویض کی۔ اس لحاظ سے عورت قوم وملت کی معمار ہے۔ قوم میں اس کو وہی اہمیت اور مقام حاصل ہے جو جسم انسانی میں دل کو حاصل ہے۔ اولاد کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہوتی ہے۔ بچوں کے دل ودماغ پر حضن مادر سے جس تربیت کے نقوش ثبت ہوتے ہیں اس کے اثرات ان پر تادم حیات باقی رہتے ہیں۔ ماں اگر علم وفہم اور فکر ودانش اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہے تو یہ بچے بہترین سانچے میں ڈھل کر قوم کے معمار بنتے ہیں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ہر عظیم شخصیت کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام میں نیک عورت کو کائنات کا سب سے بڑا انعام اور دنیا کی سب سے بڑی نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ”الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة“ پوری دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے بہترین پونجی نیک عورت ہے۔(۱)

یہی وہ نیک اور مومنہ صفت عورت ہے جو ناقص العقل ہوتے ہوئے عبادات کی خوگر ہے۔ پردہ کی پابند ہے۔ غزوات وجہاد میں شرکت کی مستحق ہے۔ تعلیم وتربیت کے

(۱) صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ (۱۴۶۹) سنن نسائی، کتاب النکاح، باب المرأۃ الصالحۃ (۳۲۳۴) یہ الفاظ نسائی کے ہیں۔

ذریعہ صالح معاشرہ کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ایک طرف محسن انسانیت پیغمبر دو عالم حضرت محمد عربی ﷺ کا درس جاوداں رہتا ہے تو دوسری طرف ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا منبع علم وآگہی سے دوسروں کو فیض یاب کرتی ہیں۔اخلاق وکردار کی تعلیم دیتی ہیں۔

یہی وہ خوب سیرت اور مومنہ صفت خاتون ہے جس نے اسلام کی ضوء فشانی اور ابتدائے وحی کے وقت خاتم الانبیاء کو تسلی آمیز کلمات سے نواز کر اضطراب وقلب کو یک لخت ختم کرکے میدان دعوت وعمل میں ہمت وحوصلہ عطا فرمایا اور ناموس کی حفاظت کے لیے اپنی جائے داد اور مال وزر نثار کردیا۔

یہی وہ نیک سیرت اور مومنہ صفت صنف نازک ہے جس نے اپنا ہر لمحہ دین اسلام کی خدمت میں صرف کردیا۔ یہی وہ اسلامی خواتین ہیں جن کے قلوب واذہان دعوت جہاد سن کر بے قرار ہوجاتے تھے اور بذات خود غزوات وسرایا میں شریک ہوکر زخمیوں کو پانی پلانے اور مرہم پٹی کا کام انجام دیا کرتی تھیں۔

پاک باز اور نیک عورتوں کی اہمیت وفضیلت ناقابل فہم معمہ نہیں ہے بلکہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ شوہروں کی فرماں برداری، بچوں کی تربیت اور خاندان کی اصلاح میں ان کی شراکت کا کون انکار کرسکتا ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی قوم وملت کو ضرورت پیش آئی تو ایمان وایقان سے متصف عورت نے خاندان اور قوم کی تعمیر واصلاح میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔مومنہ عورت کی ایک صفت یہ ہے کہ جب قوم علم وہنر کی محتاج ہوئی تو حضرت عائشہ وحضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے اپنے علم وفضل کی کرنوں سے قوم کو منور کیا۔حضرت عمر جیسے جاں باز فرد نے جب دین ربانی کو اور نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے مشن کو زیر زمین دفن کرنا چاہا تو ان کی بہن فاطمہ بنت خطاب نے مخالفت کی اور چٹان بن کر حائل ہوگئیں۔حضرت ابوسفیان جیسے عالی مرتبت اور عالی دماغ کی نڈر نے جب رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی تو ان کی صاحب زادی ام المؤمنین حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کامل بے باکی سے آپ ﷺ کی صداقت وحقانیت کا اعلان کیا۔جب اللہ کے دین کی نصرت کے لیے مال ودولت کی ضرورت پیش آئی تو خاتون اول حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا جیسی فراخ دل خاتون ہی تھیں جنھوں نے اپنا مکمل سرمایہ لٹا کر دین کی حمایت کا ثبوت دیا۔جب راہ اسلام میں جہاد کی ضرورت پیش آئی تو حضرت اسماء بنت ابوبکر اور حضرت خنساء جیسی فولاد دل ماں نے اپنے جگر گوشوں کے سینے میں جہاد کی روح پھونکی اور شہادت کا درس دیا۔حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی قربانی کو کون طاق نسیاں کرسکتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے شہید ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

یہ وہ مومنہ اوصاف خاتون ہیں جو مذہب اسلام کے ہر احکام ومسائل، اخلاق وکردار سے متصف تھیں۔اب دنیا ان کی نظیر نہیں پیش کرسکتی ہے۔ {تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلاَ تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ} (البقرۃ:۱۴۱) وہ ایک جماعت تھی

جوگزر چکی۔ انھوں نے جو کچھ کمایا ان کے لیے ہے اور تم نے جو کچھ کمایا تمہارے لیے ہے۔ تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

محترم خواتین، ماؤں اور بہنو!

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً} (الاحزاب:۳۵) بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں کے لیے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے اور فرماں بردار مردوں اور فرماں بردار عورتوں کے لیےاور سچے مردوں اور سچی عورتوں کے لیےاور صبر کرنے والے مردوں اور صبر کرنے والی عورتوں کے لیے اور عاجزی اختیار کرنے والے مردوں اور عاجزی اختیار کرنے والی عورتوں کے لیےاور صدقہ کرنے والے مردوں اور صدقہ کرنے والی عورتوں کے لےی اور روزہ دار مردوں اور روزہ دار عورتوں کے لیےاور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مردوں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتوں کے لیےاور اللہ کو خوب یاد کرنے والے مردوں اور اللہ کو خوب یاد کرنے والی عورتوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم (جنت) تیار کر رکھا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: {وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ} (النور: ۱۳)اور اے نبی ﷺ! آپ ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر رہتا ہے اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنا بناؤ سنگار کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں۔

ان دو آیات میں اللہ رب العالمین نے مومنہ عورتوں کی صفات بیان کی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام واوامر کی فرماں بردار ہوگی، راست باز ہوں گی، صوم وصلاۃ کی پابند ہوگی، تہجد گزار ہوں گی، اپنی عصمت وعفت اور شوہر کے مال ودولت کی حفاظت کرنے والی ہوں گی، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والی ہوں گی، بچوں کی پرورش و پرداخت اور ان کی صحیح تربیت کرنے والی ہوں گی، صلہ رحمی کرنے والی ہوں گی، نگاہوں کو نیچے رکھنے والی ہوں گی، روئے زمین پر آہستگی سے چلنے والی ہوں گی، بیچ سڑک کے بجائے کنارے چلنے والی ہوں گی، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام کرنے والی ہوں گی، بدخلق اور بدچلن نہ ہوں گی، ایک دوسرے کا تعاون کرنے والی

ہوں گی، خوشی اور مسرت میں اللہ کو یاد کرنے والی ہوں گی، مصیبت اور پریشانی میں صبر کرنے والی ہوں گی، جزع فزع کرنے والی نہ ہوں گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے پیغمبر کے احکام، اوامر کو انجام دے کر اور نواہی سے بچ کر اللہ اور رسول کی رضا اور خوشنودی کی طالب ہوں گی۔

احادیث کریمہ میں بھی بحث ومطالعہ کے بعد یہی صفات پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''**إذا صلت المرأة خمسها وصامت شهرها وأحصنت فرجها وأطاعت زوجها، قيل لها: أدخلي الجنة من أي أبواب الجنة شئت**'' (۱) عورت جب پانچ وقت کی نماز پڑھے اور ماہ رمضان کا روزہ رکھے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازہ سے داخل ہونا چاہے تو داخل ہو جا۔

وقال ﷺ: ''**المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان، وأقرب مايكون من ربها إذا هي في قعر بيتها**'' عورت پردہ ہے۔ جب نکلتی ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اور جب اپنے گھر میں ہوتی ہے تو اپنے رب سے بہت قریب ہوتی ہے۔ (۲)

نبی ﷺ نے نیک صالحہ عورت کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: **التي تسره إذا نظر، وتطيعه إذ أمر، ولا تخالفه في نفسها و مالها بما يكره**۔ (۳) بہتر عورت وہ ہے: جب خاوند اسے دیکھے تو اسے خوش کر دے اور جب اسے کوئی حکم دے تو وہ اس کی بات مانے اور اپنے نفس ومال میں اس کی مخالفت نہ کرے جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے صالح اور نیک عورت کو ابن آدم کی سعادت اور نیک بختی سے تعبیر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''**من سعادة ابن آدم: المرأة الصالحة**'' (۴)

ان تمام نصوص سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ نیک اور صالح عورت اسلام کی نظر میں محبوب عورت ہے۔ اسلام نے مومنہ عورتوں کے اوصاف بیان کر کے یہ دعوت اور پیغام دیا ہے کہ ازواج مطہرات اور صحابیات کرام رضی اللہ عنہن اجمعین ہمارے لیے نمونہ ہیں جو ایمان وایقان کی پیکر ہیں۔ اللہ کی رضا کی طالب ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ازواج مطہرات اور صحابیات کرام رضی اللہ عنہن کی سیرت کو پڑھیں اور اپنے اخلاق وکردار کو سنواریں تاکہ دنیا وآخرت میں ہمارے لیے فلاح وکامرانی قدم بوس ہو۔ اللہ تعالی ہم سب کو نیک عمل کی توفیق دے۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

●●●

(۱) مسند احمد (۱۶۶۱) یہ حدیث صحیح ہے۔ (۲) صحیح ابن حبان بترتیب ابن حبان (۵۵۹۹) اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔
(۳) سنن نسائی (۳۲۳۳) اس کی سند حسن ہے۔ (۴) مسند احمد (۱۴۴۵) محمد بن ابوحمید کی وجہ سے سند ضعیف ہے تاہم حدیث صحیح ہے۔

علمائے اہل حدیث ہنداوران کی تصنیفی خدمات

ایک تعارفی مطالعہ

تبصرہ نگار: رفیق احمد رئیس سلفی (علی گڑھ)

استاذ محترم مولانا محمد مستقیم سلفی حفظہ اللہ سینئر استاذ جامعہ سلفیہ بنارس کی معروف ومشہور کتاب ''جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات'' کا جدید ایڈیشن ''علمائے اہل حدیث ہند اوران کی تصنیفی خدمات'' کے نام سے اسی ماہ نومبر ۲۰۱۸ء میں شائع ہوا ہے۔کتاب کا نقش اول جامعہ سلفیہ بنارس سے ۱۹۸۰ء میں سامنے آیا تھا،اس میں بعض دوسرے اساتذۂ جامعہ کی بھی شمولیت تھی لیکن موضوع کی اہمیت اورنزاکت کی وجہ سے اس پر مفصل کام کرنے کے لیے استاذ محترم کو مکلف کیا گیا اور پھر انھوں نے کئی سال مسلسل محنت کرکے اس کا نقش ثانی ۱۹۹۲ء میں شائع کیا۔مصنف حفظہ اللہ کی خواہش تھی کہ علماء کے مختصر سوانحی خاکے بھی شائع کیے جائیں لیکن دوسرے ایڈیشن میں کسی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا۔

استاذ گرامی کی توجہ برابر جاری رہی اور خاصے اضافے کے بعد کتاب کی تیسری اشاعت ہمارے سامنے ہے۔اولین دونوں اشاعتوں میں جو کمیاں تھیں،ان کو بڑی حدتک دورکرنے کی کوشش کی گئی ہے۔زیر مطالعہ ایڈیشن دو جلدوں پر مشتمل ہے: پہلی جلد میں جو ۶۶۴ رصفحات پر مشتمل ہے،۲۷۸ رعلمائے اہل حدیث کے حالات زندگی تحریر کیے گئے ہیں جب کہ دوسری جلد میں اکیس فصلوں کے تحت علمائے اہل حدیث کی تصنیفات کا تذکرہ ہے۔ دوسری جلد کے صفحات کی تعداد ۷۶۹ رہے۔اس طرح ۱۴۳۳ رصفحات پر مشتمل یہ ضخیم کتاب برصغیر کے سلفی تراث کا مختصر دائرۃ المعارف ہے۔اپنی نوعیت کا یہ ایک منفرد علمی وتحقیقی کام ہے جو استاذ ذی مرتبت کے ہاتھوں پائے تکمیل کو پہنچا ہے۔کتاب کی اشاعت دوم پر استاذ مکرم ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری رحمہ اللہ کا جو مقدمہ تھا، جو موجودہ ایڈیشن کے جلد دوم میں شامل ہے،اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ کتاب میں ساڑھے تین ہزار کتابوں(3500) کا ذکر ہے۔مصنف نے بیشتر کتابوں پر مختصر تبصرہ بھی لکھا ہے۔ موجودہ ایڈیشن میں مزید کتنی کتابوں کا اضافہ کیا گیا ہے، اس کا ذکر کتاب میں کہیں نہیں ملا،کتابوں کی صحیح تعداد شمار کرکے ہی بتائی جاسکتی ہے۔

ابھی میں رات (۳ر دسمبر ۲۰۱۸ء) ہی کو بنارس اور مئو کے سفر سے واپس آیا ہوں۔اپنی ذاتی لائبریری کے لیے ۷۰۰ روپے میں یہ کتاب بھی خرید لی تھی۔سفر میں الٹ پلٹ کر خاصا حصہ دیکھا بھی ہے۔اندازہ یہ ہوا کہ کتابیات میں بہت زیادہ اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔کئی علماء کے حالات زندگی بھی ضبط تحریر میں نہیں آسکے ہیں۔استاذ محترم اب اپنی عمر کے جس مرحلے میں ہیں،ان سے مزید کسی محنت کا

تقاضا کرنا مناسب نہیں ہے۔ جماعت کی تاریخ، جماعت کی کتابوں اور اہل حدیث علماء کے سوانحی خاکوں کا ذوق رکھنے والے اصحاب علم سے درخواست کروں گا کہ استاذ محترم کی ان مضبوط بنیادوں پر مزید تعمیرات کا سلسلہ شروع کریں اور کتاب کی تیسری اور چوتھی جلدیں بلکہ آگے کی تمام جلدیں اس طرح تیار کی جائیں کہ ان میں پہلی دونوں جلدوں کی کمیاں بھی پوری ہوجائیں اور نئی تصانیف اور نئے مصنفین کی زندگی کے حالات بھی ذکر کردیے جائیں۔

استاذ جلیل نے اپنی اس کتاب (۱/ ۱۵۶، ۱۵۷) میں خاکسار کا بھی ذکر کیا ہے لیکن کتابیات میں اس کی صرف ایک کتاب کا اندراج ہے جب کہ اس وقت میری اپنی علمی خدمات کی تعداد ۳۵ رہے۔ کتاب کے تیسرے حصے میں ان شاء اللہ میری باقی کتابوں کا ذکر آئے گا، سوانحی خاکہ کے لیے پہلی جلد میں موجود سوانحی خاکے کے صفحات کا حوالہ کافی ہوگا۔ اگر کچھ اصحاب علم اس خدمت کے لیے تیار ہوجائیں تو ان شاء اللہ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہونے کو اپنی سعادت سمجھوں گا۔ میرے بزرگ اور انتہائی محترم دوست مولانا عبدالمنان سلفی (جھنڈانگر) نے سدھارتھ نگر کے فارغین جامعہ سلفیہ بنارس اور ان کی تصنیفی خدمات پر مقالہ لکھا ہے، وہ بھی اس میں ضم کیا جاسکتا ہے۔ ویسے جامعہ سلفیہ بنارس کے فارغین کی علمی خدمات پر مستقل کتاب شائع کرنے کی تجویز سامنے آئی ہے، اس کا بھی اسے حصہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس طرح کے اکیڈمک علمی کام اجتماعی طور پر ہی مکمل کیے جاسکتے ہیں۔ ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم جامعہ سلفیہ بنارس کی اس سیریز کو اسی نقشے کے مطابق مکمل کردیں۔

کتاب کی اشاعت دوم میں کئی ایک تسامحات تھیں۔ دو ایک کی میں نے خودنشان دہی کی تھی، برادر مکرم شیخ عزیر شمس حفظہ اللہ کی نظر میں بھی کچھ چیزیں تھیں۔ ہمارے اہل علم دقت نظر سے موجودہ ایڈیشن دیکھ لیں اور ایسی تمام فروگزاشتوں کو کتاب سے دور کرنے میں تعاون کریں۔ یہ ایک جماعتی خدمت ہے۔ امید ہے کہ اس پر توجہ دی جائے گی۔ میں ابھی خود بھی اس پہلو سے کتاب نہیں دیکھ سکا ہوں، ان شاء اللہ فرصت میں اسے تفصیل سے دیکھوں گا اور اپنے ملاحظات استاذ ذی وقار کی خدمت میں پیش کروں گا۔

جامعہ کے موجودہ ناظم اعلی مولانا عبداللہ سعود حفظہ اللہ کا ہم دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک خطیر رقم صرف کرکے یہ خوبصورت دستاویزی کتاب شائع کی۔ استاذ محترم مولانا محمد مستقیم سلفی حفظہ اللہ نے اپنے تمام تر جسمانی عوارض کے باوجود اس عظیم کام کو ایک مرتب شکل دی اور جماعت کے لیے ایک مہتم بالشان سرمایہ جمع کردیا، وہ پوری جماعت کی طرف سے شکریے کے مستحق ہیں۔ کاش ہمارے یہاں بھی اہم اور بے نظیر کاموں کے لیے ایوارڈ دینے کا کوئی سلسلہ ہوتا تو اولین فرصت میں اس کتاب کو ایک تاریخی ایوارڈ سے نواز کر ہم ایک جماعتی فریضہ سے سبکدوش ہوجاتے۔ میں ذاتی طور پر محترم شیخ عبدالجلیل مکی (ممبئی)، برادر عزیز شیخ عبدالسلام سلفی (ممبئی) اور دیگر اہل خیر حضرات سے درخواست کروں گا کہ اس جانب توجہ فرمائیں۔

●●●

اصلاح معاشرہ کی مہم ناکام کیوں؟

محمد غفران بن عبید الرحمن السّلفی

امر بالمعروف ونہی عن المنکر امت مسلمہ کی ایک اہم ذمہ داری ہے جس کو انجام دینے کے لیے یہ امت وجود میں آئی۔ ارشاد الٰہی ہے: {كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ} (آل عمران: ۱۱۰) یعنی: تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کیے گے ہو، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم کما حقہ اس فریضہ کو انجام دے رہے ہیں؟؟ اگر ہاں! تو پھر آج ہماری تقریریں، جلسے اور انجمنیں بے کار کیوں ثابت ہو رہی ہیں؟؟ اصلاح معاشرہ کے نام سے منعقد ''کانفرنسوں'' اور ''جلسوں'' کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ کیوں نظر نہیں آ رہا ہے؟؟

آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اصلاح معاشرہ کی یہ مہم اس طرح ناکام کیوں ہو رہی ہے؟

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اصلاح کے نام سے کی جانے والی کوششوں کا رخ صحیح نہیں ہے کیوں کہ اگر ہماری یہ کوششیں صدق واخلاص اور صحیح عقیدہ وعمل کے ساتھ ہوتیں تو یقینا اس کے بہتر نتائج برآمد ہوتے، لیکن اصلاح معاشرہ کی یہ مہم کامیاب کیونکر ہو جبکہ آج اصلاح کی ہماری ساری کوششیں دوسروں تک محدود ہو چکی ہیں اور ہماری ہر تقریر وتحریر اور وعظ ونصیحت صرف اور صرف دوسروں کے لیے ہوتی ہے۔

حالانک اصلاح معاشرہ میں اصل چیز فرد کی اصلاح ہے۔ اگر فرد کی اصلاح ہو جائے تو معاشرہ کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی۔

اس لیے اگر ہم واقعی اس عمل میں اپنے تئیں مخلص ہیں تو پھر اصلاح کی ابتدا اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال سے کریں کیوں کہ آج عوام ہماری باتوں کو نہیں بلکہ ہمارے اعمال کو دیکھتی ہے کہ ہم جو کچھ اپنی تقریر وتحریر میں بیان کر رہے ہیں اس پر ہمارا کتنا عمل ہے؟؟

لیکن افسوس صد افسوس! آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم دوسروں کو تو کتاب وسنت کی طرف دعوت دیتے ہیں مگر خود اس کی تعلیمات سے کوسوں دور ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا دعوی تو کرتے ہیں مگر خود ہمارے اندر سے حلال وحرام کی تمیز اٹھ چکی ہے اور دنیا کی ساری برائیاں ہمارے اندر موجود ہیں۔

یاد رکھو! ایسا دوہرا کردار اللہ کی ناراضگی کا سبب اور عذاب الٰہی کا باعث ہے، ارشاد ربانی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ، كَبُرَ مَقْتًا عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ} (الصف: ۲، ۳) یعنی: اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، جو تم کرتے نہیں اس کا کہنا اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے بھی اس قسم کی شنیع وقبیح فعل سے منع کیا اور اس کے انجام سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

"يجاء بالرجل يوم القيامة، فيلقى في النار، فتندلق أقتابه في النار، فيدور كما يدور الحمار برحاه، فيجتمع أهل النار عليه، فيقولون: أي فلان، ما شأنك؟ أليس كنت تأمرنا بالمعروف، وتنهى عن المنكر؟ قال: كنت آمركم بالمعروف ولا آتيه، وأنهاكم عن المنكر وآتيه"۔ (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وأنھا مخلوقۃ، رقم الحدیث: ۳۲۶۷)

"قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا اور اسے جہنم کے حوالہ کردیا جائے گا (اور اس کو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ) اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ انہیں لے کر ایسے گھوے گا جیسے گدھا چکی میں گھومتا ہے، چنانچہ اس کے اردگرد جہنمی اکٹھا ہوجائیں گے اور کہیں گے کہ اے فلاں! تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ کیا تو ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور برائی سے نہیں روکتا تھا؟ وہ کہے گا: کیوں نہیں! میں تمہیں نیکی کا حکم تو دیتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تم کو برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس کا ارتکاب کرتا تھا"۔

مذکورہ حدیث میں سخت تنبیہ ہے تمام دعاۃ ومبلغین اور علماء وطلبہ کے لیے جن کا عمل ان کے قول اور وعظ ونصیحت کے مخالف ہوتا ہے۔

اور یہی چیز اصلاح معاشرہ کے نام سے منعقد ہونے والے جلسے وجلوس کی ناکامی کا سب سے بڑا سبب ہے کہ ہم خود اپنی اصلاح نہ کرکے صرف دوسروں کی اصلاح کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور نتیجتاً ہمیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اور حد سے زیادہ افسوس تو اس بات پر ہے کہ آج بہت سارے پیشہ ور مقررین یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ "میں جو کہتا ہوں اس کو سنو، جو کرتا ہوں اس کو مت دیکھو" جبکہ یہ فعل کتاب وسنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، اور یہ یہود ونصاری کی صفت ہے، اللہ تعالی ایسے ہی لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: {أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ} (سورۃ البقرۃ: ۴۴) یعنی: کیا تم لوگوں کو بھلائی اور نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟؟

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اصلاح کی ابتدا اپنی ذات سے کریں اور اپنے مخاطبین کے لیے اسوہ ونمونہ بن جائیں اور عوام الناس کے سامنے ایسا کردار پیش کریں کہ کسی کو انگلی اٹھانے کا بھی موقع نہ ملے۔

اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کی زندگی ہمارے لیے بہترین آئیڈیل اور نمونہ ہے، فرمان ہے: {لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ} (الاحزاب: ۲۱)

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی بہترین مثال پیش کیا جن کو ہمیشہ اپنی اصلاح وتربیت کی فکر دامن گیر رہتی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمتے ہیں کہ "ہم نبی ﷺ سے قرآن کی دس دس آیتیں بتدریج سیکھتے تھے۔ پہلے اس پر عمل کرتے پھر اس کی نشر واشاعت کرتے۔

چنانچہ ان حضرات نے جب اپنی اصلاح وتربیت کرکے دعوت وتبلیغ کے میدان میں قدم رکھا تو شمع رسالت کو گھر گھر اور قریہ قریہ پہنچا دیا، اس لیے آج ہم بھی اگر وہی محمدی نصاب اور تربیتی منہج اختیار کرلیں تو ان شاء اللہ اصلاح معاشرہ کی مہم ضرور کامیاب ہوگی اور ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بھی صحیح ڈھنگ سے انجام دے سکیں گے۔

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو
پیکر عمل بن کر غیب کی صدا بن جا

اللہ تعالی ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اصلاح کرنے کی توفیق دے، آمین۔

●●●

مہندیان کی زیارت

عطاءاللہ سلفی رسدھارتھ نگر

میرا ماننا ہے کہ دہلی ہمارے اسلاف کی تاریخ کا مدفن ہے، قدم قدم پر جہاں ان کے علوم وفنون اور معارف وحکم کا عکس جہل کی تاریکیوں میں قندیل ربانی کا کام دیتا ہے وہیں شکست وریخت کی شکار پرشکوہ اور بلند عمارتیں ان کے عظمتِ رفتہ کے قصیدے سناتی ہیں۔ دارالحکومت دہلی کی وہ بے زبان خاک جس کے کشادہ دامن میں شاہ عبدالرحیم دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، میاں نذیر حسین محدث دہلوی، ڈپٹی نذیر احمد، ابراہیم ذوق، مرزا اسد اللہ خاں غالب، مولانا ابوالکلام آزاد مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمہم اللہ اور نہ جانے کیسے کیسے اعاظم رجال اور اکابر علماء استراحت فرما ہیں چہار سو زبان حال سے یہی کہتی نظر آتی ہے:

کیسے وہ لوگ ہیں جو میرے جلو میں سوئے
آہ! اے چرخ کہن تجھ کو بھی معلوم نہیں

کل مہندیان قبرستان جانا ہوا جو میر درد روڈ پر مولانا ابوالکلام آزاد ڈینٹل میڈیکل کالج کے عین سامنے واقع ہے۔ اس شہر خموشاں میں سینکڑوں قبریں نظر آئیں۔ زندگی بھر پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھانے والی اور مخالفین کے ہر اعتراض کا تاروپود بکھیرنے والی علم وادب کی باکمال ہستیاں اور اپنی روشن فکر وشعور سے اسلامیان ہند کی رہنمائی کرنے والے ماہرین گورغریباں میں پڑے یوم قیامت کے منتظر تھے، ان کی قبریں دیکھ کر بے اختیار چچا غالب یاد آ گئے:

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں لیے

ہر قبر پختہ تھی اور اس پر کتبہ لگا ہوا تھا۔ اکثر کتبوں پر اشعار بھی لکھے ہوئے تھے جو دہلی کی خمیر میں شعروادب سے وابستگی کا ثبوت فراہم کر رہے تھے، جیسے بعض قبروں پر یہ اشعار لکھے تھے:

ہو گزر جس کا کبھی اس بستی خاموش میں
میرے مرقد پر بھی آ کر پڑھ کے جائے فاتحہ
آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
خاک ہو گئے انتہا یہ ہے

ایک طرف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی قبر نظر آئی جو اپنے دور میں متحدہ ہندوستان کے سب سے بڑے عالم دین، محدث، مجتہد، فقیہ اور مفسر تھے، جن کے ذریعہ ملک ہند میں اسلام کا احیاء ہوا، جنہوں نے شرک وبدعت سے گھرے ہندوستان میں کتاب وسنت کا چراغ روشن کیا۔

ان سے قبل قرآن صرف تبرکاً یا قسماً گھروں میں رکھا جاتا تھا۔ اس کے معنی ومفہوم پر غور کرنا بہت بڑا جرم تھا۔ انھوں نے سب سے پہلے قرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا جس

کی وجہ سے تقلید کے اسیر دین کے ٹھیکیداروں نے انھیں جان سے مارنے کی دھمکی دی، بلکہ ایک بار انھوں نے آپ کو مسجد میں گھیر لیا، آپ کسی طرح وہاں سے بچ بچا کر نکلے اور بعض خیر خواہوں کے مشورے پر کچھ دنوں کے لیے دہلی سے روپوش ہو گئے۔

یہ وہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ہیں کہ جب ایک بار محمد فاخر زائر الہ آبادی رحمہ اللہ نے جامع مسجد میں جہراً آمین کہی اور لوگ انھیں جان سے مارنے کے لیے دوڑے تو شاہ صاحب نے یہ فتوی دے کر انھیں بچا لیا تھا کہ جہراً آمین کہنا بھی جائز ہے۔

ان کی قبر دیکھ کر دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی کہ زندگی بھر ایک مجاہدانہ زندگی گزارنے والا توحید وسنت کا علمبردار کس طرح پیوند خاک بن چکا ہے۔

جو بھی آیا ہے یہاں، جانا پڑے گا ایک دن

بغل میں ان کے سب سے بڑے فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی قبر تھی جو شرک وبدعت کے استیصال اور کتاب وسنت کے احیاء میں پوری زندگی اپنے والد کے نقش قدم پر چلے۔ یہ وہ مرد مجاہد تھا جس نے سب سے پہلے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتوی دیا تھا جس کے بعد ہی سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل دہلوی کی تحریک شہیدین معرض وجود میں آئی، جس نے نابینا ہونے کے باوجود اپنے بھتیجے شاہ اسماعیل کی صلاحیت کو پہچانا اور انھیں حجۃ الاسلام اور عبدالحئی بڈھانوی کو شیخ الاسلام کے خطاب سے سرفراز کیا۔

آس پاس ہی چند اور بھی قبریں نظر آئیں جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کی تھیں۔ ان کے چاروں فرزند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی ایک طرف محو خواب ابدی تھے۔ مؤخر الذکر اس عظیم مجاہد، محدث اور فقیہ شاہ اسماعیل دہلوی کے والد گرامی ہیں جس نے دہلی کے تقلیدی اور مشرکانہ ماحول میں پہلی بار ببانگ دہل صرف اتباع کتاب وسنت کا نعرہ لگایا، سلفیت کی کھل کر ترجمانی کی۔ تقویۃ الایمان جیسی شاہکار کتاب لکھی جس نے ہزاروں کے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دی، دعوتی کاز کو بڑے پیمانے پر پھیلایا، طوائفوں کے کوٹھے پر جا کر انھیں بھی اسلام کے پیغام سے روشناس کیا۔ پھر مجاہد بن کر نکلے اور انگریزوں اور سکھوں کے دانت کھٹے کر دیے یہاں تک کہ 6 مئی 1831ء میں بالاکوٹ کے میدان میں اپنوں کی غداری کی وجہ سے سید احمد بریلوی کے ساتھ شہید کر دیے گئے۔

مجاہدان صف شکن بڑھے جو نذر جاں لیے
تو موت باادب بڑھی حیات جاوداں لیے

کچھ دوری پر شاہ اسماعیل کے بیٹے محمد عمر کی قبر تھی۔ دیکھ کر دل تڑپ اٹھا کہ بیٹا یہاں کی خاک میں مدفون ہے جب کہ باپ ہزاروں میل دور بالاکوٹ کے میدان میں آسودہ خاک ہے۔

شاہ صاحب کی قبر کے جنوبی سمت میں حکیم مومن خان مومن کی قبر نظر آئی... اس عظیم اہل حدیث مجاہد کی قبر جسے دنیا نے صرف ایک ایسے لاابالی غزل گو شاعر کی حیثیت سے جانتی ہے، حالانکہ حکیم مومن خاں مومن شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد، تحریک شہیدین کے ایک سرگرم

رکن اور زبردست مجاہد تھے، تحریک شہیدین کی روانگی پر انھوں نے مجاہدین کے لیے مختلف قطعات کہے تھے، اسلامیان ہند پران کا یہ عظیم احسان ہے کہ تقویۃ الایمان کی تالیف کے بعد جب شاہ اسماعیل دہلوی نے علمائے اہل حدیث کی میٹنگ بلائی تو ملکی حالات کے پیش نظر متفقہ طور پر سب نے اس کی اشاعت سے منع کر دیا تھا لیکن حکیم مومن نے سب کی مخالفت کرکے اس عظیم کتاب کو اپنی ذمہ داری میں شائع کروایا، اگر اس دن وہ بھی سب کے ہم خیال ہو گئے ہوتے تو شاید آج تقویۃ الایمان جیسی شاہکار کتاب ہمارے درمیان موجود نہ ہوتی۔

ان کی توحید وسنت اور سلفیت کے تئیں غیرت کا عالم یہ تھا کہ کٹر حنفی مولانا فضل حق خیرآبادی کے پاس کھڑے ہونا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ ان کی قبر دیکھتے ہی ان کا مشہور زمانہ شعر یاد آ گیا:

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

اسی طرح اس قبرستان میں اور کئی عظیم لوگوں کی قبریں دیکھنے کو ملیں جیسے مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی سابق ناظم عمومی جمعیت علماء ہند، مولانا مملوک العلی استاد قاسم نانوتوی ورشید احمد گنگوہی، مجاہد آزادی مولانا شوکت علی کی بیگم اور دوسروں کی قبریں۔

زندگی جن کے تصور سے جلا پاتی تھی
ہائے کیا لوگ تھے جو دام اجل میں آئے

تاریخ میں مہندیان کا بڑا ذکر آتا ہے۔ یہیں پر وہ مسجد بھی ہے جس کے سلسلے میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اوران کے نواسے شاہ محمد اسحاق دہلوی کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا، یہ مسجد شاہ عبدالعزیز نے بنوائی تھی جس پر شاہ اسحاق نے ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہا تھا کہ مہندیان ایک قبرستان ہے اور قبرستان میں مسجد بنانا درست نہیں۔

یہیں پر ایک مدرسہ بھی ہے: جامعہ رحیمیہ، جسے دراصل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم دہلوی کے نام پر قائم کیا تھا۔ الحمدللہ آج بھی یہ ادارہ جاری ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس مدرسہ اور پوری قبرستان کو بچانے میں میوات کے رہنے والے علی نام کے ایک شخص کی بڑی قربانیاں ہیں جسے شیر میوات کے نام سے جانا جاتا ہے۔ علی ایک ان پڑھ شخص تھا لیکن تاریخ اور تاریخی آثار کی اہمیت سمجھتا تھا۔ وہ حکومت وقت کے سامنے ڈٹ گیا اور اپنے بل بوتے پر مدرسہ کو قائم رکھا اور اسے اور قبرستان کو محفوظ کر دیا، آج کل جامعہ رحیمیہ شیر میوات کی وفات کے بعد اس کی بیگم کی سرپرستی میں کامیابی سے چل رہا ہے۔

ایک تکلیف دہ منظر یہ دیکھنے کو ملا کہ قبرستان کے بعض حصوں پر کچھ مسلمان قبضہ جما کر وہاں اپنا گھر تعمیر کر چکے ہیں اور انھوں نے اس تاریخی قبرستان کو ذاتی ملکیت سمجھ لیا ہے۔ ایسے مسلمانوں پر علامہ اقبال کا یہ شعر فٹ آتا ہے:

بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کرکے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

●●●

عالم اسلام

ظل الرحمن فائق بندوی
سنٹرل لائبریری، جامعہ سلفیہ، بنارس

انڈونیشیا کا طیارہ سمندر میں گر کر تباہ:

انڈونیشیا میں حکام کے مطابق فضائی کمپنی لائن ایئر کا ایک مسافر بردار طیارہ جکارتہ سے پرواز کرنے کے بعد سمندر میں گر کر تباہ ہو گیا۔فلائٹ جے ای ۶۱۰ کے لیے اس طیارہ پر عملہ سمیت ۱۸۹؍افراد سوار تھے۔سب میں سے کسی بھی فرد کے زندہ ملنے کی کوئی خبر نہیں ملی ہے۔(انقلاب:۳۰؍۱۰؍۲۰۱۸ء)

ہندوستان میں پناہ گزیں روہنگیائی مسلمانوں کا درد:

جموں: مرکزی حکومت کی جانب سے اکتوبر میں سب روہنگیائی مسلمانوں پر مشتمل ایک گروپ کو میانمار واپس بھیجنے اور ہندوستان میں گزشتہ چند برسوں سے مقیم روہنگیا مسلمانوں کو ان کے ملک واپس بھیجنے کی خبروں نے جموں کے مضافاتی علاقوں میں جھگی جھونپڑیوں میں رہائش پذیر تقریباً ۶؍ہزار روہنگیا پناہ گزینوں کو شدید خوفزدہ کر دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ ہم یہیں مرنے کے لیے تیار ہیں،لیکن میانمار واپس نہیں جانا چاہتے اور میانمار واپس بھیجنے سے بہتر ہے کہ حکومت ہندوستان ہم سب کو ایک جگہ جمع کر کے مار ڈالے۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق جموں میں مقیم روہنگیا پناہ گزین کی تعداد ۵-۷ ہزار ہے۔واضح ہو کہ یہ پناہ گزین یہاں محنت مزدوری کر کے زندگی گزر بسر کر رہے ہیں۔(انقلاب:۳۰؍۱۰؍۲۰۱۸ء)

سعودی عرب نے اعتدال پسندی کی اقدار کو اختیار کیا ہے:شاہ سلمان

خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز نے کہا کہ مملکت اسلامی شریعت کی پاسداری کر رہی ہے اور اس نے اعتدال پسندی اور رواداری کی روایات و اقدار اختیار کی ہیں۔دراصل وہ الریاض میں سعودی شوریٰ کونسل کے ساتویں اجلاس کے افتتاح کے موقع پر تقریر فرما رہے تھے۔انہوں نے مزید فرمایا کہ سعودی شہری مملکت کی ترقی میں ایک بنیادی قوت محرکہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ترقیاتی منصوبے اطمینان بخش شرح سے اپنے اہداف حاصل کر رہے ہیں، خاص طور سے انہوں نے اس بات کا اعادہ کیا کہ جب تک فلسطینیوں کو ان کے حقوق نہیں مل جاتے اس وقت تک فلسطینی کاز سعودی عرب کی اولین ترجیح رہے گا۔(آواز ملک:۲۱؍۱۰؍۲۰۱۸ء)

سعودی فرمانروا اور ولی عہد کو گزند پہنچانے کی اجازت نہیں دیں گے:الجبیر

روزنامہ ''الشرق الاوسط'' کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے سعودی وزیر خارجہ عادل الجبیر کا کہنا تھا کہ خادم الحرمین الشریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز اور ان کے ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان ریڈ لائن کی حیثیت رکھتے ہیں، ہم انہیں گزند پہنچانے کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتے۔انہوں نے زور دے کر اس بات کا اعادہ کیا کہ صحافی جمال خاشقجی کے معاملے میں منصفانہ تفتیش بین الاقوامی برادری سے زیادہ سعودی عرب کے لیے اہم ہے۔امریکہ نے خاشقجی قتل میں ملوث افراد میں سے جن افراد پر پابندیاں عائد کی ہیں ان کا مملکت کی حکومت اور معیشت سے چنداں کوئی تعلق نہیں ہے۔(آواز ملک:۲۱؍۱۱؍۲۰۱۸ء)

اخبار جامعہ

دوسرا دوروزہ اجتماع برائے فارغین جامعہ سلفیہ بنارس

سرگرمیاں اور رپورٹ

جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس کے وسیع وعریض میدان میں ابنائے قدیم کا دوسرا دو روزہ اجتماع بتاریخ ۱۸، ۱۹/ ربیع الاول ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۸، ۲۹/ نومبر ۲۰۱۸ء بروز بدھ و جمعرات نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوا۔ جامعہ کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے فارغین نے جس قلبی لگاؤ کا اظہار کیا یقینا بے حد قابل تعریف ہے۔ ان کے چہروں پر فرحت وشادمانی کے جو آثار نمایاں تھے ان میں یہ پیغام پنہاں تھا کہ اپنی مادر علمی کی ہمہ جہت ترقی اور کامیابی کے لیے پر عزم ہیں۔ اس اجتماع میں نہ صرف ملک کے دور دراز علاقوں سے آئے ہوئے فارغین تھے بلکہ بیرون ملک سے آئی ہوئیں اہم شخصیات بھی رونق افروز تھیں جو جامعہ سے فیض یاب ہوکر خدمات انجام دے رہی ہیں۔ جن میں سرزمین مکہ پر اپنے علم وحکمت کے موتی بکھیرنے والی عظیم شخصیت مخدومنا المکرم فضیلۃ الشیخ دکتور وصی اللہ عباس-حفظہ اللہ وبارک لہ فی صحتہ - مفتی ومدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ، اور دعوتی میدان کی مشہور شخصیت محترم مولانا ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ تعالی کی قدوم میمنت نے اس اجتماع کو مزید بارونق بنادیا تھا۔ اس اجتماع کا مقصد یہ تھا کہ جامعہ اور فارغین جامعہ کے مابین روابط اور تعلقات مضبوط ہوں اور خود فارغین اپنے مابین تعلقات کو مستحکم بنائیں۔ مادر علمی کی تعمیر وترقی میں شریک وسہیم بنیں اور جامعہ بھی ان کی گراں قدر آراء اور مفید مشوروں سے استفادہ کرے۔

واضح ہو کہ شرکت کرنے والے فارغین کی تعداد ۸۰۰ سے متجاوز تھی۔ یہ دوروزہ اجتماع پانچ نشستوں پر مشتمل تھا۔ پہلی نشست افتتاحی تھی جس کا آغاز صبح نو بجے جامعہ کے میدان میں ہوا۔ صدارت مولانا شاہد جنید صاحب سلفی (صدر جامعہ) اور نظامت مولانا اسعد اعظمی صاحب (استاذ جامعہ) نے کی۔ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کا شرف طالب علم عبدالجبار شمس الضحی کو حاصل ہوا۔ عبدالعزیز کفی اور ان کے رفقاء کی طرف سے ترانۂ جامعہ پیش کرنے کے بعد مولانا عبد اللہ سعود سلفی (ناظم اعلی جامعہ سلفیہ بنارس) نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا اور رب ذوالجلال کا شکر ادا کرتے ہوئے جملہ مہمانان گرامی کا والہانہ انداز میں خیر مقدم کیا۔ بعدہ مولانا محمد یونس صاحب مدنی (شیخ الجامعہ) نے اساتذۂ جامعہ کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے جامعہ کی نشاطات اور سرگرمیوں کا مختصر جائزہ سامعین کے گوش گزار کیا۔

محمد ثاقب شکیل احمد (ناظم ندوۃ الطلبہ) کے بعد مہمانان گرامی مولانا عبد الحکیم عبد المعبود مدنی (فاضل جامعہ) نے اندرون ملک پائے جانے والے فارغین کی

نمائندگی کی۔ انھوں نے اپنے خطاب میں جو کچھ کہا وہ فارغین جامعہ کی مشترکہ دلی آواز تھی۔جامعہ کے تئیں ان کے افکاروخیالات کی صحیح ترجمانی تھی۔

بیرون ملک جامعہ کے فضلاء کی نمائندگی کرتے ہوئے معزز مہمان گرامی مولانا ظفرالحسن صاحب مدنی حفظہ اللہ تعالی نے اپنے خطاب میں جامعہ کی وسیع خدمات کا تذکرہ کیا۔ان کے بعد متعدد فضلائے جامعہ نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بعدہ معزز مہمان گرامی ڈاکٹر وصی اللہ عباس حفظہ اللہ مفتی ومدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ نے مختصر مگر پرمغز خطاب کیا۔ اپنے خطاب میں کہا کہ اسلام مذہبی رواداری اور حب الوطنی کا درس دیتا اور دنیا کے تمام لوگ آپس میں بھائی بھائی ہیں،اس لیے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ محبت واحترام کا سلوک کرنا چاہیے۔اخیر میں صدر مجلس مولانا شاہد جنید صاحب سلفی (صدر جامعہ) نے صدارتی خطبہ پیش کیا اور اجتماع کی کامیابی کی دعا کرتے ہوئے اس کے بہتر نتائج کی امید جتائی۔

افتتاحی نشست کا اختتام دوپہر ایک بجے بعد ہوا۔اس کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔

پہلے دن کی دوسری نشست مغرب کی نماز کے بعد زیر صدارت مولانا اصغرعلی امام مہدی حفظہ اللہ تعالی ، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، دہلی منعقد ہوئی۔ یہ نشست مقالات کی خواندگی کے لیے خاص تھی جن میں متعدد علمائے کرام نے ''منہج سلف ہی صراط مستقیم ہے'' سے متخرج ذیلی عناوین پر اپنے تحریر کردہ مقالات کا خلاصہ پیش کیا۔اس نشست کی نظامت رفیق محترم ڈاکٹر عبدالغنی قوفی حفظہ اللہ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

تیسری نشست اجلاس عام کی تھی جو عشاء کی نماز کے بعد محترم ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس حفظہ اللہ کی زیر صدارت شروع ہوئی۔نظامت کے فرائض مولانا عبداللہ زبیر (استاذ جامعہ) نے انجام دیا۔ مولانا ظفر الحسن مدنی، مولانا عبدالسلام سلفی (ممبئی) ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل سلفی مدنی مدرس مسجد نبوی شریف اور مولانا عبدالمنان سلفی (جھنڈانگر) نے حاضرین سے خطاب کیا۔صدر جلسہ کے مختصر وقیع خطاب اور دعاؤں کے بعد جلسۂ عام کا اختتام رات ۱۲:۳۰ بجے ہوا۔

دوسرے دن صبح ساڑھے سات بجے جامعہ کے قاعۃ المحاضرات میں چوتھی نشست ہوئی،جس کی صدارت محترم ناظم اعلی جناب عبداللہ سعود سلفی نے کی۔اس نشست میں جامعہ کی تعمیر وترقی کے بارے میں تجاویز اور مخلصانہ مفید مشوروں، آپس تبادلۂ خیالات اور تجربات موضوع بحث رہے۔محترم ناظم اعلی نے جامعہ اور جامعہ کے مختلف شعبوں کی کارکردگی پیش کی۔ اس ہوش ربا مہنگائی میں جامعہ کی ضروریات کی تکمیل کے مستقل ذرائع پر غوروفکر کی دعوت دی اور آئندہ کے لیے ایک مجوزہ خاکہ پیش کیا۔اس کے بعد حاضرین نے ان مسائل کے حل کرنے کی بابت اپنی آراء وخیالات کا بے لاگ اظہار کیا۔ یہ نشست مولانا عبدالسلام صاحب سلفی (ممبئی) کی نظامت میں سکون اور سنجیدگی کے ماحول میں اپنے اختتام کو پہنچی۔

صبح کے ناشتہ سے فراغت کے بعد پانچویں اور آخرت نشست کا وقت ہو چکا تھا۔گھڑی میں دس بج کر تیس

منٹ ہو رہا تھا اور حاضرین کا مجمع قاعۃ المحاضرات کی جانب رواں دواں تھا۔ اس نشست کی صدارت صدر جامعہ مولانا شاہد جنید سلفی نے کی اور مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی نے نظامت کی ذمہ داری سنبھالی۔ چوتھی نشست میں جامعہ کی تعمیر وترقی کے تعلق سے جو مسائل زیر بحث نہ آسکے تھے اس میں اسے پورا کیا گیا۔ ابنائے جامعہ نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں اور مالی تعاون بھی دیا۔ بعض حضرات نے طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری لی۔ ناظم اعلی حفظہ اللہ نے حاضرین کی طرف سے آئے ہوئے سوالات کا خوش اسلوبی اور سنجیدگی سے جواب دیا۔ اخیر میں اس اجتماع کی تجاویز پڑھ کر سنائی گئی۔ اس کے بعد صدر جلسہ نے حاضرین کے شکریہ کے ساتھ اس نشست کے اختتام کا اعلان کیا اور اللہ رب العالمین سے جامعہ کی ترقی اور کامیابی کے لیے خصوصی دعا کی۔ آمین آمین کی صداؤں کے ساتھ یہ نشست برخاست ہوئی۔

ششماہی امتحان

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا ششماہی امتحان ۱۰/نومبر ۲۰۱۸ء سنیچر سے لے کر ۲۲/نومبر ۲۰۱۸ء بروز جمعرات منعقد ہوا۔ جامعہ اور ملحق مدارس کے طلبہ کی کثرت کو دیکھتے ہوئے روزانہ دو نشستوں میں امتحان ہوا۔ پہلی نشست ۷:۳۰ سے لے کر ۱۰:۰۰/بجے تک متوسطہ، ثانویہ اور عالم سال اول کے لیے تھی تو دوسری نشست ۱۰:۳۰ سے لے کر ایک بجے تک عالم سال دوم اور کلیات کے تینوں سال کے طلبہ کے لیے خاص تھی۔ امتحان دینے والے طلبہ کی مجموعی تعداد ۱۱۱۸/تھی، جن میں ۵۴۳/طلبہ ملحق مدارس کے تھے۔ الحمد للہ سکون واطمینان کے ماحول میں امتحان اختتام پذیر ہوا۔

جوابی کاپیوں کو جانچنے اور تصحیح کے لیے دو دن کا اضافی وقت دیا گیا۔ اس کے بعد نتیجہ تیار کیا گیا۔ اور یکم دسمبر ۲۰۱۸ء سے دوبارہ تعلیم کا آغاز بھی ہوگیا۔ فالحمد علی ذلک۔

(ادارہ محدث)

کلینڈر 2019

حسب سابق جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس کا کلینڈر ۲۰۱۹ء عمدہ طباعت اور بہترین ڈیزائن کے ساتھ چار کلر میں طبع ہوکر منظر عام پر آگیا ہے۔ خواہش مند حضرات مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کرسکتے ہیں۔

مکتبہ سلفیہ، جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس

Maktaba Salafiah

B-18/1-G, Jamiah Salafiah Road, Reori, Talab, Varanasi - 221010 (U.P.) India

باب الفتاوی

سوال: مروجہ موزہ مثلاً نائیلون، اون یا ان جیسے موزوں پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون اللہ الوہاب وہو الموفق للصواب:

حدیث میں خف (موزوں) پر مسح کرنے کی روایات اتنی کثرت سے آئی ہیں کہ ان کی تعداد اسی سے بھی متجاوز ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ صاحب مبارک پوری مرعاۃ شرح مشکوۃ (۲/۲۱۲) میں لکھتے ہیں:

جمع بعضهم رواته فجاوزوا الثمانين، ومنهم العشرة۔ وقال الحسن البصري: حدثني سبعون من الصحابة أن رسول الله ﷺ كان يمسح على الخفين۔ یعنی بعض لوگوں نے خف پر مسح کرنے والوں کی روایتوں کو جمع کیا تو ان کی تعداد اسی سے بھی متجاوز ہوگئی۔ انہیں روایتوں میں عشرہ مبشرہ کی روایتیں بھی شامل ہیں اور حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ستر صحابہ نے حدیث بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ موزوں پر مسح کیا کرتے تھے۔ پس موزوں پر مسح کرنا سنت سے ثابت ہے۔ البتہ محدثین یہ کہتے ہیں کہ خف چمڑے کا ہوا کرتا تھا، چنانچہ مرعاۃ (۲ / ۲۱۲) میں خف کی تعریف میں تحریر ہے کہ والخف نعل من أدم يغطي الكعبين یعنی خف چمڑے کا ایسا جوتا ہے جو دونوں کعب (ٹخنے) کو چھپالے۔ اسی لئے بعض لوگ موزے کے اندر یہ شرط لگاتے ہیں کہ ان پر مسح کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ موٹا ہو(۱) لیکن یہ شرط میرے لئے ناقابل فہم ہے جب کہ مغیرہ بن شعبہ سے روایت آئی ہے کہ:

توضأ النبي ﷺ ومسح على الجوربين والنعلين۔ (۲) یعنی نبی اکرم ﷺ نے وضو کیا اور جورب مع النعل کے اوپر مسح کیا۔

جورب کی تفسیر ان الفاظ سے کی جاتی ہے: **الجورب هو: لفافة الرجل، وقيل: غشاء القدمين من صوف أو شعر أو كرباس أو جلد ثخينا كان أو رقيقا الى نحو الساق۔** (۳) یعنی جورب قدم کو لپیٹنے والی چیز ہے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جورب قدم کو چھپانے والی چیز ہے۔

---

(۱) شرح الوقایہ (۱/۱۰۱)

(۲) أبو داود، كتاب الطهارة، باب المسح على الجوربين (۱۵۹) ترمذی، كتاب الطهارة، باب ما جاء في المسح على الخفين ظاهرهما (۹۸) ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب ما جاء في المسح على الجوربين والنعلين (۵۵۹) اس حدیث کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔ صحیح سنن ابی داود (۱۴۳) صحیح سنن الترمذی (۸۶)

(۳) مرعاۃ المفاتیح (۲/۲۱۹)

چاہے وہ اون کی بنی ہوئی ہو یا بال کی یا روئی کی یا چمڑے کی موٹی ہو یا پتلی پنڈلی تک ہو۔

جب جورب ہر قسم کا موٹا پتلا ہوتا ہے اور اس پر مسح ہو سکتا ہے تو نائلون وغیرہ کی موزوں پر بھی ہوسکتا ہے۔

اس حدیث کو بعض لوگوں نے ضعیف کہا ہے لیکن جورب پر مسح کرنے کا بہت سا ثبوت صحابہ کرام سے آیا ہے۔ چنانچہ صاحب مرعاۃ لکھتے ہیں کہ: **نعم قد صح المسح على الجوربين عن كثير من الصحابة ذكر أسماءهم أبو داود في سننه.** (۴) یعنی ہاں جوربین پر مسح کرنے کا اثر صحیح طریقہ سے بہت سے صحابہ سے مروی ہے جن کے ناموں کا ذکر ابوداود نے اپنی سنن کے اندر کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ صحابہ ایسے مسئلہ میں قیاس نہیں کر سکتے تھے۔ جب تک ان کے پاس نبی اکرم ﷺ سے صحیح طریقہ سے یہ ثابت نہ ہو، پس صحابہ کا یہ اثر مذکورہ حدیث کی تقویت اور تائید کیلئے کافی ہے۔ پس میرے نزدیک ہر طرح کے موزے پر چاہے وہ سوتی یا نائلون کا ہو مسح جائز ہے اگر کسی کا دل اس پر مطمئن ہے اور وہ ایسا کرتا ہے تو اس کو کرنے دیا جائے۔ اس سے تعرض نہ کیا جائے۔ **هذا ما عندي، والله أعلم وعلمه أتم.**

دار الافتاء
جامعہ سلفیہ بنارس

- اتحاد -

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کا مثبت اور مستحکم تصور پیش کیا اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق پر ہمیشہ زور دیا ہے۔ امت مسلمہ کے اندر اتفاق و اتحاد اور اجتماعیت کے جذبہ کو بڑھانے کے لیے اسلامی عبادات بالخصوص نماز کے لیے جماعت کی تاکید کی گئی ہے اور جمعہ و عیدین میں مسلمانوں کے اجتماع کا خاص اہتمام کیا گیا ہے تاکہ ملت اسلامیہ کا باہمی اتحاد و اتفاق اور مرکزیت قائم رہے۔ فریضہ حج کی ادائیگی بھی امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کا سب سے بڑا مظہر اور وحدت و مساوات کی سب سے بڑی نشانی اور علامت ہے۔ واضح رہے کہ مسلمانوں میں اتحاد کا داعیہ اور جذبہ اسی وقت پروان چڑھ سکتا ہے جب وہ اپنے خود ساختہ فقہی، فروعی اور جزوی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی وحدت و اخوت کے رشتہ کو مضبوط و مستحکم کر لیں، لیکن اتحاد بین المسلمین کے بجائے امت اسلامیہ افتراق و انتشار پر متفق ہوگئی ہے۔ اللہ تعالی مسلمانوں کے احوال کی اصلاح فرمائے۔

□□□

(۴) مرعاۃ المفاتیح (۲/۲۱۹)

افسانۂ غم

سالک بستوی رایم اے

ہم کس سے کہیں اپنا افسانۂ غم تنہا
جو شخص بھی ملتا ہے تصویر الم تنہا
کیوں برق گری ہر دم میرے ہی نشیمن پر
گلشن میں پریشاں ہوں بادیدۂ نم تنہا
سمجھیں نہ تمہیں ظالم رستے پہ محبت کے
چل کر جو دکھا دو تم دو چار قدم تنہا
ساغر کے مزے لوٹیں رند مگر یہ کہہ
کیوں میں ہی رہوں ساقی محروم کرم تنہا
دل سنگ ہے جو اس کا نازک ہے جگر میرا
شیشے کے شوالے میں پتھر کا صنم تنہا
نزدیک مرے آئے کیوں آنچ جہنم کی
رکھتا ہوں کلیجے میں اسلام کا غم تنہا
اس دیش میں رہ کر جو آپس میں لڑیں ا ن کا
اے یار مخالف ہے سالک کا قلم تنہا

☆☆☆